قرآن، یہود اور ہم

پروفیسر محمد حبیب اللہ چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

قرآن یہود اور ہم

پروفیسر محمد حبیب اللہ چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	قرآن، یہود اور ہم
مصنف	پروفیسر حبیب اللہ چشتی
سال اشاعت	دسمبر 2006ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 169
قیمت	-/120 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7247350-7225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 2630411-221201-021۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست

انتساب	7
حدیث نبوی	8
حرف آخر	9
فرمودہ قلندر	10
سوئے منزل	11
نوعیت مسئلہ	15
جرائم یہود	21
گروہی تعصب	21
دین سے ذوقی تعلق	29
حیلے بہانے	37
خواہشات نفس کی پیروی	43
خوش فہمیاں	55
نہی عن المنکر کا ترک	71
فضول بحثیں	85
کتمان حق	93
عصیان و سرکشی	105
بخل و حرص	117
سودخوری و مال حرام	127

Marfat.com

جادوگری و جنتر منتر	137
(1) کتاب الٰہی سے انحراف	141
(2) جادو و منتر کی پیروی	142
(3) حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو کی تہمت	142
(4) علم کا غلط استعمال	144
(5) ان لوگوں کا عبرتناک انجام	145
دعوت فکر	145
نااہل گدی نشیں	149
یہود کے علماء وزہاد کا کردار	161
(1) لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والے	164
(2) لوگوں کو راہ خدا سے روکنے والے	165
(3) وہ بے عمل تھے	166
(4) احکام الٰہی میں تغیر و تبدل کر دیتے تھے	167
(5) وہ خدا بنے بیٹھے تھے	169
یہود کے علماء وزہاد حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر میں لمحہ فکریہ	170
یہود کے چند دیگر جرائم کا ایک اجمالی جائزہ	177
(1) انا پرستی اور ہٹ دھرمی	179
(2) ترک جہاد	180
(3) زندگی کی بے تحاشا حرص	181
(4) اطاعت امیر کا فقدان	182
(5) توہین انبیاء کا ارتکاب	183
(ا) انبیاء کے فیصلوں پر اعتراض	183

Marfat.com

(ii) انبیاء کرام پر بے جا الزامات 184
(iii) انبیاء کرام علیہم السلام کا قتل 186
(iv) قتل انبیاء پر فخر 187
یہود سے مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت 189
کفار سے معاشرتی اور اخلاقی تعلقات کی نوعیت 197
یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں 199
یہودی یہودیت قبول کرنے کے علاوہ اہل ایمان سے کبھی راضی نہ ہوں گے 200
یہود کی دوستی کی ممانعت اس کے نقصانات اور اسباب 201
یہود کی دوستی کی ممانعت 203
یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں 203
ان سے دوستی رکھنے والا انہیں میں سے ہے 203
یہود و نصاریٰ کا دوست راہِ راست نہیں پائے گا 204
یہود و نصاریٰ سے دوستی منافق ہی کرتے ہیں 205
یہود کی دوستی کے لئے حالات کا بہانہ 205
یہود کے دوست شرمسار ہوں گے 206
لمحہ فکریہ 207
ماخذ و مراجع 208

Marfat.com

انتساب

ہر اس عظیم انسان کے نام!
جسے نہ یہودیوں سے محبت ہے اور نہ ان کے طور طریقوں سے

محمد حبیب اللہ چشتی

Marfat.com

الحدیث النبوی

"لِيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِیْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ"

(میری امت بھی وہی طریقے اختیار کرے گی جو بنی اسرائیل نے کیے تھے۔ جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے)۔

"لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ" (صحیح بخاری)

(تم یقیناً ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے۔ آپ نے فرمایا اور کس کی)۔

Marfat.com

حرف آخر

یہودیانہ روش اور یہودی کردار کے چند گوشے آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ یہی وہ فکر اور طرز عمل ہے جنہوں نے یہودیوں کو اللہ کے غضب کا مستحق ٹھہرایا۔ جو بھی بندہ یہودیوں کے اس کردار کو اپنائے گا وہ اللہ کے غضب سے نہیں بچ سکے گا۔ اور جس قدر بھی کوئی اس روش کو اپنائے گا اسی قدر اللہ کے غضب کا مستحق ٹھہرے گا۔

یہی روش اور کردار اہل اسلام کے لیے ایک آئینہ اور ایک کسوٹی ہے کہ وہ اپنے آپ کو پرکھ سکیں کہ کہیں وہ مسلمان ہو کر یہودی کردار تو نہیں اپناتے جا رہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی حلاوتیں نصیب فرمائے اور یہودیانہ طرز زندگی سے محفوظ رکھے: امین بجاہ طٰہٰ و یٰس صلی اللہ علیہ وسلم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ اللھم ارنا الاشیاء کما ھی و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ و زینۃ فرشہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

عبدہ المسکین محمد حبیب اللہ چشتی

B-4-1180 مسلم ٹاؤن راولپنڈی

24 شعبان 1426 بمطابق 28 ستمبر 2005

Marfat.com

فرمودۂ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
یہ مسلمان ہیں ! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(اقبال)

Marfat.com

سوئے منزل

عرف عام میں یہودی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو ہونے کے مدعی ہیں۔ ہمیں یہودیت کا حقیقی پس منظر جاننے کے لئے کچھ تاریخ کے جھروکوں میں جھانکنا ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہوداہ تھا۔ یہودی ان کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے بنی اسرائیل عام ہے اور یہودی خاص۔ چونکہ حضرت یعقوب کے تمام بیٹوں کی اولاد پر اس کا اطلاق ہوگا لیکن یہودی صرف یہوداہ کی اولاد پر بولا جائے گا۔

لفظ یہودی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی تو یہوداہ کی نسل نے یہودیہ کے نام سے ایک سلطنت قائم کر لی اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے سامریہ کے نام سے ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف سامریہ کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ اس کے بانیوں کا بھی نام ونشان مٹا دیا۔

پھر صرف بنیامین اور یہوداہ کی نسل باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبہ کی وجہ سے یہود کا لفظ ہی بولا جانے لگا گویا اس اعتبار سے یہودیہ سلطنت کے باشندے یہودی کہلاتے ہیں۔ اسی نسل میں کاہنوں، ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات اور ذوق کے مطابق مذہبی عقائد، نظریات اور رسومات کا جو ڈھانچہ صدہا سال میں تیار کیا اسے یہودیت کہا جاتا ہے ورنہ ہر پیغمبر، اسلام کا مبلغ تھا۔ یہودیت لوگوں کی خود ایجاد کردہ چیز ہے۔

Marfat.com

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لفظ یہودی کا تناظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یقال هاد و تهود اذا دخل فی الیهودیة و یهود اما عربی من هاد اذا تاب سموا بذالک لما تابوا من عبادة العجل و اما معرب یهودا کانهم سموا باسم اکبر اولاد یعقوب (تفسیر بیضاوی ص83)

"ھاد اور تھود اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص یہودیت میں داخل ہو جائے۔ اور یہود کا لفظ یا تو عربی ہے اور یہ ھاد سے نکلا ہے جس کا معنی توبہ کرنا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی تھی اس لیے یہودی کہلائے یا یہ لفظ معرب ہے اور یہودا کی نسبت سے انہیں یہود کہا جاتا ہے گویا انہوں نے اپنا نام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کے نام پر رکھا"۔

لفظ یہود کا ماخذ کوئی بھی ہو اصطلاح میں یہودی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کو کہا جاتا ہے۔

یہودی قوم ایک ایسی قوم ہے جن میں نفس پرستی، ہٹ دھرمی، تعصب اور حب جاہ و مال کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ اس قوم نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ انبیاء کو قتل کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق ایک دین بنا دیا۔ یہ قوم انتہائی فتنہ پرور اور سازشی واقع ہوئی ہے۔

قرآن کریم کی تقریباً ساڑھے چار سو آیات میں اس قوم کا تذکرہ ہے اور ان کی عادات قبیحہ اور صفات مذمومہ کو بیان کیا ہے۔ قرآن کریم کوئی تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ کتاب ہدایت ہے۔ اس قوم کا اتنی تفصیل سے تذکرہ اسی لیے کیا گیا کہ زمانہ اور بالخصوص اہل ایمان جان لیں کہ وہ قوم جو انبیاء کرام کی اولاد ہے کن صفات مذمومہ کو اپنانے کے سبب ان پر اللہ کی لعنتیں برسیں اور کس وجہ سے ان پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی اور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

نے اپنی امت کو اس خطرہ سے آگاہ بھی فرما دیا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا شبرا و ذراعا بذراع حتى لو دخلوا حجر ضب تبعتموهم قلنا يا رسول الله اليهود و النصارى قال فمن۔ صحيح بخارى

(کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ رقم الحدیث 2179)

"تم یقیناً ان لوگوں (کے طور طریقوں) کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے آپ نے فرمایا اور کس کی"۔

یہ کتاب طعن و تشنیع نہیں، اپنی اصلاح کی ایک ادنی سی کوشش ہے۔ تا کہ ہم غور کر سکیں کہ کہیں ہم انہیں راستوں پر تو نہیں چل نکلے جو یہود کا راستہ ہے۔ ہمیں انتہائی تحمل، بردباری اور ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں یا یہودیوں والے طور طریقے اپنائے ہوئے ہیں ہمیں اپنے رویوں پر غور کرنے کی مزید ضرورت اس لیے بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس خطرہ سے آگاہ فرمایا تھا۔ یہ کتاب یہی دعوت فکر دینے کی ایک ادنیٰ اور حقیر سی کاوش ہے۔

میری معزز قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کوئی خامی یا غلطی محسوس فرمائیں مجھے مطلع فرمائیں۔ تا کہ اس کی اصلاح کر کے کتاب کو بہترین انداز میں پیش کیا جا سکے۔

خداوند کریم میری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت بخشے۔ اسے ہماری اصلاح احوال کا ذریعہ بنائے اور اسے لوگوں میں پذیرائی عطا فرمائے اسے میرے لیے کفارۂ سیئات بنائے میرے شیخ طریقت، معزز اساتذۂ کرام، والدین اور دوست

Marfat.com

احباب کو دونوں جہانوں کی عزتیں نصیب فرمائے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

طلبگار رحمت پروردگار

محمد حبیب اللہ چشتی

ایف۔جی۔پوسٹ گریجوایٹ کالج H-8 اسلام آباد

25 شعبان 1426ھ بمطابق 29 ستمبر 2005ء

Marfat.com

نوعیت مسئلہ

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

Marfat.com

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ

اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ (البقرہ)

''اے بنی اسرائیل میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا۔ اور میں نے تمہیں دنیا والوں پر فضیلت دی''۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ

اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

(البقرہ)

''ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو گئے کیونکہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے (اللہ کی) نافرمانی کی اور (اللہ کی) حد سے تجاوز کرتے تھے''۔

Marfat.com

یہود ایک ایسی قوم تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام و اکرام کی انتہا کر دی۔ جنہیں پورے زمانے پر فضیلت دی۔ جنہیں وحی اور کتاب کی نعمت سے نوازا۔ جس قوم میں سے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار افراد کو نبوت کے شرف سے نوازا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات پیہم کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ (الاعراف)

”اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے ہم نے انہیں اس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر تیرے رب کا نیک وعدہ پورا ہو گیا۔ بہ سبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا جو وہ بناتے تھے اور جو وہ چڑھاتے تھے“۔

اس قوم کی فضیلتوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ (البقرہ)

”اے بنی اسرائیل! میرے احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں دنیا والوں پر فضیلت دی“۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اپنی عنایات کی بارشیں برسا دیں۔ اس کے اکرام کی برکھا اس قوم پر ٹوٹ کر برستی۔ اس نے اس ذلتوں میں گھری اور قبطیوں کی غلامی میں جکڑی ہوئی قوم کو ان ذلتوں سے نکال کر انہیں آزادی اور خودداری کی نعمت دی۔ نہ صرف انہیں غلامی کی ذلت

Marfat.com

آمیز پستیوں سے نکالا بلکہ انہیں پورے جہاں کا مقتدا اور سردار بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لئے چلتا ہوا سمندر ٹھہرا دیا۔ ان کے لیے سمندر میں راستے بنا دیئے۔ ان کے دشمن فرعون اور اس کی قوم کو ان کے سامنے سمندر کی بے رحم موجوں کے سپرد کر دیا۔ ان کے سروں پر بادلوں نے سایہ کر دیا ان کے لیے آسمان سے من وسلویٰ اتارا۔ ان کے لیے پتھر سے چشمے جاری کیے اور نہ جانے میرے کریم رب نے اس قوم کو کیا کچھ دیا کہ وہ خود ہی انہیں فرماتا ہے کہ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ) کہ میں نے تمہیں پوری دنیا پر فضیلت دی۔

لیکن پھر اس قوم نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی۔ وہ اپنے کریم رب کی نافرمانی پر اتر آئے۔ انہوں نے وہ روش اختیار کی جو خود غرضی، نفس پرستی اور کفران نعمت کی روش تھی۔ وہ خدا پرستی کو چھوڑ کر انا پرستی میں لگ گئے۔ وہ توشہ آخرت اکٹھا کرنے کی بجائے دنیا اکٹھی کرنے میں جت گئے۔ وہ اس ابدی اور لافانی حقیقت کو بھول گئے کہ ہمیں سب کچھ ہمارے طاقتوں والے رب نے دیا ہے، جو اگر دے سکتا ہے تو لے بھی سکتا ہے۔ پھر اس نافرمان، سرکش اور باغی قوم پر میرے خدا کی گرفت آئی۔ ان سے عزتوں کے تاج چھین لیے گئے۔ ان کی عظمتیں پستیوں میں بدل دی گئیں۔ زمانے میں سب سے افضل قوم کو ذلتوں اور پستیوں کی آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ ان کی ذلتوں کا تذکرہ باری تعالیٰ نے یوں محفوظ فرمایا:

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (البقرہ:61)

''ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مستحق بن گئے''۔

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں یہود کی پستیوں اور ذلتوں کے اسباب کو بڑی وضاحتوں سے بیان فرمایا۔ جس کا ایک پہلو تو تاریخی ہے لیکن یہ پہلو قرآن کا مقصود بالذات نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم تو کتاب ذکر اور کتاب ہدایت ہے۔ اور یہ تاریخی پہلو کو اسی حد تک بیان کرتا ہے جتنا ذکر اور ہدایت کے زاویہ نگاہ سے ضروری اور ناگزیر ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کی ذلتوں اور بربادیوں کے اسباب ذکر کرنے میں بھی عالمِ انسانیت بالخصوص

Marfat.com

قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے اس میں ہدایت اور ذکر کا بے پناہ سامان موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین اٹل اور ناقابلِ تغیر ہیں۔ وہ ہر ایک سے یکساں سلوک کرتا ہے۔ جو بھی آگ میں ہاتھ ڈالے گا اس کا ہاتھ جلے گا۔ وہ گورا ہو یا کالا، عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا باسی۔ تو بنی اسرائیل کی تباہیوں اور ذلتوں کے اسباب دراصل اہل اسلام کے لیے ایک آئینہ ہیں۔ جس میں وہ اپنے کردار اور اپنے اوپر گزرنے والے حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں اور گویا فطرت پکار پکار کے متنبہ کر رہی ہے کہ جو بھی اس روش کو اپنائے گا جو یہود نے اپنائی تھی۔ جو بھی اس ڈگر پر چلے گا جس پر یہود چلے تھے جو بھی ان راہوں پر گامزن ہوگا جو یہود نے اختیار کی تھیں۔ تو اس کا انجام بھی ذلت اور پستی ہوگی۔ اس کے سر سے عزتوں کا تاج چھین کر اسے ذلتوں اور پستیوں کے قلادے پہنا دیے جائیں گے کیونکہ

ع   زندگی جہد است استحقاق نیست

آیئے یہود کی ذلتوں، پستیوں اور ان کے زوال کے اسباب کا ایک جائزہ لیں۔ تاکہ ہم اپنے کردار کا تجزیہ کر سکیں۔ اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ سکیں۔ کہیں ہم لفظوں کے چکروں میں ہی نہ مارے جائیں، کہیں خوش فہمیوں کی دلدلوں میں ہی نہ پھنسے رہیں، کہیں خوش گمانیوں کی کیچڑ میں نہ الجھے رہیں۔ یہود کو ذلتوں میں مبتلا کرنے والے چند اسباب ملاحظہ ہوں۔

اقول و باللہ التوفیق علیہ توکلت والیہ انیب

Marfat.com

جرائم یہود

گروہی تعصب

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

(اقبال)

Marfat.com

وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ (البقرہ:91)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم (صرف) اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر اترا ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں جو اس کے علاوہ ہے''۔

Marfat.com

دین کا مطالبہ یہ ہے کہ حق کی پیروی کی جائے کسی مخصوص گروہ کی نہیں۔ انسان کو اپنی جماعت اور اپنے گروہ سے حق زیادہ پیارا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جھگڑے میں فیصلہ ایک یہودی کے حق میں کیا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ایک یہودی کے حق میں کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مطلوبہ معیار پر گواہ پیش نہ کر سکے تھے۔ یہ الگ بات کہ اہل سلام کی اسی حق پسندی کو دیکھ کر یہودی مشرف باسلام ہو گیا تھا۔ لیکن جہاں تک حق پسندی اور گروہی تعصب سے اوپر اٹھ کر دیکھنے والی بات ہے تو غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ایک نادر اور انمول نمونہ پیش کر دیا تھا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے غلاموں کو حق پسند بنایا تھا جماعت پسند نہیں۔ جب مکہ کی فتح قریب تھی تو اللہ رب العزت نے اہل ایمان سے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ (المائدہ)

"اے ایمان والو! اللہ کے لئے ڈٹ جانے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی باخبر ہے"

ذرا حق پسندی کا یہ درس بھی ملاحظہ ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾ (النساء)

Marfat.com

"اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو۔ چاہے وہ تمہارے اپنے، تمہارے ماں باپ یا قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج تو اللہ تم سے زیادہ دونوں کا خیر خواہ ہے۔ پس تم خواہش کی پیروی نہ کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ۔ اور اگر تم کجی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی باخبر ہے"۔

یہ حق پسندی اور گروہی تعصب سے اوپر اٹھ کر حق کو پانا ہر شریعت کا مسلمہ حکم ہے۔ لیکن یہود نے اس روش کو چھوڑ دیا۔ وہ گروہی تعصب میں اس طرح الجھ گئے کہ انہوں نے حق کو جھٹلا دیا اور ان کا نظریہ بن گیا تھا کہ غیر یہودی کے ساتھ بددیانتی اور خیانت کرنا بھی کوئی جرم نہیں ہے۔ قرآن کریم ان کی اس فکر کا تجزیہ یوں کرتا ہے:

وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ (آل عمران:75)

"اور ان میں سے کوئی ایسا ہے اگر تم اس کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو تو وہ تمہیں ادا نہ کرے۔ مگر یہ کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اہل کتاب کے معاملہ میں ہم پر کوئی الزام نہیں"

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے:

ليس علينا في ديننا حرج في اكل اموال الاميين و هم العرب فان الله قد احلها لنا (تفسیر ابن کثیر، جلد1، صفحہ354)

"کہ امی جو کہ عرب ہیں کا مال کھانے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے لیے حلال کر دیا ہے"۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں:

انهم مبالغون في التعصب لدينهم فلا جرم يقولون يحل

Marfat.com

قتل المخالف و یحل اخذ مالہ بای طریق کان

(تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 108)

"انہوں نے اپنے دین کے متعلق تعصب میں مبالغہ کیا اور وہ کہتے تھے کہ مخالف کو قتل کرنا حلال ہے اور جیسے بھی ممکن ہو اس کا مال لینا جائز ہے"۔

گویا یہود جماعتی اور گروہی تعصب میں اتنا آگے بڑھ گئے تھے کہ انہوں نے دوسروں کے مال ہڑپ کرنے کو بھی دینی نقطہ نظر سے جائز خیال کر لیا تھا۔

یہ گروہی تعصب کا ہی شاخسانہ تھا کہ یہود باوجود پہچاننے کے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی نعمت سے محروم رہے۔ وہ اہل کتاب تھے۔ آخری نبی ﷺ کی نشانیوں سے ان سے بڑھ کر کون واقف تھا لیکن جماعتی تعصب آڑے آیا اور وہ اس نعمت گراں مایہ کی قدر سے محروم ہی رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ۝ (بقرہ)

"اور جنہیں ہم نے کتاب دی وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک گروہ حق کو چھپا رہا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے"۔

قرآن کریم ان کے گروہی تعصب کو ایک اور مقام پر یوں بیان کرتا ہے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ (بقرہ:91)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر اترا ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں جو اس کے علاوہ ہے حالانکہ وہ حق ہے اور تصدیق

Marfat.com

کرنے والا ہے اس کی جوان کے پاس ہے"۔

گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر کلام خدا بھی ہماری جماعت کے علاوہ کسی اور پر نازل ہوگا تو ہم اسے نہیں مانیں گے۔ یہود کی اس فکر کی وضاحت کے لئے صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت صفیہ (جن کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا) یہ حیی بن اخطب رئیس یہود کی بیٹی تھیں۔ ان کے چچا کا نام ابو یاسر بن اخطب تھا۔ آپ کہتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا تمام بچوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرتے تھے۔ جب بھی میں ان سے ملاقات کرتی تو مجھے اٹھا کر سینے سے لگا لیتے۔ جب اللہ کے پیارے رسول قبا میں تشریف لائے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام فرمایا۔ تو میرا والد اور میرا چچا صبح منہ اندھیرے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گئے اور سورج غروب ہونے کے بعد واپس لوٹے۔ جب وہ واپس آئے، میں نے محسوس کیا کہ وہ تھکے ہوئے ہیں، افسردہ خاطر ہیں اور بڑی مشکل سے ہولے چل رہے ہیں۔ میں نے حسب معمول انہیں محبت بھرے کلمات سے مرحبا کہا لیکن ان دونوں میں سے کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ وہی ہے؟ اس نے کہا بے شک خدا کی قسم! پھر چچا نے پوچھا: کیا تم نے ان کو تورات میں بیان کردہ نشانیوں اور صفات سے پہچان لیا ہے۔ اس نے جواب دیا: بے شک خدا کی قسم۔ پھر چچا نے پوچھا: بتاؤ اب کیا خیال ہے میرے باپ نے جواب دیا:

عداوته و الله مابقيت "خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت کرتا رہوں گا"۔ (ہدایۃ الحیاری، صفحہ 40، بحوالہ ضیاء النبی، جلد 1، صفحہ 497)

جب جماعتی تعصب اس حد تک پہنچ جائے کہ انسان حق کو حق سمجھتے ہوئے بھی صرف اس لیے نہ مانے کہ وہ اس کی مخالف جماعت کے پاس ہے تو یہ کسی قوم کی تباہی و بربادی کا وقت ہوتا ہے۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ!

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم کسی حق اور صداقت کو صرف اس لیے تو نہیں جھٹلا رہے کہ وہ ہماری مخالف جماعت یا دشمن دھڑے کے پاس ہے؟ اگر کوئی بندہ اس ڈگر پر چل رہا ہے تو دراصل اس نے یہودیت کا راستہ اپنایا ہوا ہے جو ذلتوں اور ناکامیوں کی طرف لے جاتا ہے جیسے مسیلمہ کذاب کے پیروکار تسلیم کرتے تھے کہ مسیلمہ سچا نہیں ہے تو جب پوچھا جاتا کہ جب سچا نہیں ہے تو پھر اس کی پیروی کیوں کرتے ہو تو جواب کیا ملتا؟ بنو حنیفہ کا جھوٹا بنو مضر کے سچے سے بہتر ہے یعنی جھوٹا ہوا تو کیا ہوا؟ ہے تو ہمارے قبیلے کا۔ مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کی اس فکر کو برا سمجھنا آسان ہے لیکن اپنی ذات پر اس اصول کو لاگو کرنا۔ کہ جماعتی تعصب سے اوپر اٹھ کر حق کو دیکھنا اور پانا کسی مردِ دانا کا ہی کام ہے۔ اس کی بہترین مثال ہمیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ملتی ہے کہ آپ کا تعلق بنو امیہ سے تھا اور حضور اکرم ﷺ بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں خاندانی رقابت نسلوں سے چلتی آ رہی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو بنو امیہ نے اسے شدت سے جھٹلایا۔ کیونکہ یہ حق ان کے مخالف قبیلہ کے ایک فرد کے پاس تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس جماعتی تعصب کو ٹھکرا دیا اور گروہی امتیاز سے اوپر اٹھ کر حق کو پہچانا۔ بنو امیہ کے کیمپ میں سے پہلا آدمی جو بنو ہاشم کے کیمپ میں پہنچا، حضرت عثمان تھے رضی اللہ عنہ۔ یہ حق پسندی کی بہترین مثال تھی۔ جماعتی تعصب میں گھر کر حق کو جھٹلانا یہودیت کی روش ہے اور گروہی تعصب سے اوپر اٹھ کر حق کی پیروی کرنا بندۂ مومن کا طریقہ ہے۔ ہر بندہ اپنے گریباں میں جھانک کر فیصلہ خود کرے کہ وہ کون سی راہ اپنائے ہوئے ہے؟ اور کس راستے پر گامزن ہے؟

Marfat.com

دین سے ذوقی تعلق

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں

صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

(اقبال)

Marfat.com

أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

(بقرہ:85)

''کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو''۔

Marfat.com

دین اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دینے کا نام ہے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے کا نام ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: **لایومن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به**۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات بھی شریعت کے سانچے میں ڈھل نہ جائیں۔ مثلاً انسان کو پیسہ بڑا پیارا ہے انسان بڑی محنت اور جدوجہد سے اسے کماتا ہے اور بڑی محبت سے سنبھال کر رکھتا ہے۔ انسان کمائے اور سنبھال کر رکھے لیکن جب زکوۃ دینے کا وقت آئے تو جس محبت اور چاہت سے انسان پیسہ سنبھال سنبھال کر رکھتا تھا ایسی ہی محبت، چاہت اور کمال بشاشت قلبی سے اسے راہِ خدا میں دے دے۔ یعنی جیسے وہ پہلے روکنے میں لذت محسوس کرتا تھا اب وہ دینے میں لذت محسوس کرے تو یہ کمال ایمان ہے۔ انسان کو نیند بڑی پیاری ہے۔ اسلام سونے پر پابندی نہیں لگاتا لیکن جب نماز کا وقت آئے تو انسان کو جاگنا اتنا ہی محبوب محسوس ہو جتنا سونا محبوب تھا تو اسے کہتے ہیں خواہشات کا وحی کے تابع ہونا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہمیں جب سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو کدو پسند ہے تو ہمیں کدو سے محبت ہو گئی یعنی حضور ﷺ کی پسند سے انسان کو محبت ہو اور ناپسند سے نفرت ہو۔ یہ وہ کمال ایمان ہے اور اس معیار پر دل پر جبر کر کے پورا اترا جائے کم سے کم ایمان ہے اور اس سے بھی کم صرف دعویٰ ہے یا قانونی ایمان۔ حلاوت ایمان سے سراسر محرومی ہے۔

اپنے مفادات، خواہشات اور ذوقی مطالبات کو اللہ کے سپرد کر دینا ایمان ہے۔ لیکن اگر کوئی بندہ دین کا صرف وہ حصہ مانتا ہے جو اس کے ذوق کے مطابق ہے اور اس حصے کو نہیں مانتا جو اس کے ذوق اور مفادات کے مطابق نہیں ہے تو وہ انسان دراصل اپنے ذوق کی بندگی کر رہا ہے دین کی نہیں۔ مثلاً کوئی انسان جب دوسری شادی کرنا چاہے تو وہ قرآن کی آیت پڑھتا ہے کہ ایک مرد کے لئے چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے لیکن جب اسے کہا

Marfat.com

جائے کہ سود نہ کھا۔ تو یہ حکم اسے اچھا نہیں لگتا۔ تو یہ شخص اپنے ذوق کی بات مان رہا ہے اللہ کی نہیں۔ یہ حکم الٰہی کو صرف اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے سیڑھی بنا رہا ہے۔ اور اللہ کا بندہ ہو کر اللہ کے حکم کو صرف اپنے ذوق کے لئے سیڑھی بنانا اور دین کو فقط اپنی ذات کے لیے استعمال کرنا عظمت باری تعالیٰ کی توہین ہے۔ اور خدا کو سخت ناپسند ہے۔ اور یہی چیز غضب الٰہی کو دعوت دینے والی ہے اور انسان کی ذلتوں کا سبب ہے۔

یہود کی جن عادات نے انہیں ذلیل ورسوا کیا اور ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کی گئی اس کا ایک سبب یہ تھا کہ دین کے ساتھ ان کا تعلق حقیقی نہیں بلکہ صرف ذوقی تھا وہ دین کے فقط اس حصہ کو مانتے تھے جو ان کے ذوق کے مطابق تھا۔ اور جو حصہ ان کے ذوق کے مطابق نہیں تھا وہ اسے نہیں مانتے تھے۔ گویا وہ اپنے ذوق کی پیروی کرتے تھے، دین کی نہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کی اس روش کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (بقرہ:85-84)

"اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا پھر تم نے (اس کا) اقرار کیا اور اس پر تم خود بھی گواہی دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ ایک دوسرے کا قتل کرتے ہو اور تم اپنے ایک فریق کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور تم ان کے خلاف گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ ان کا (گھروں سے) نکالنا بھی تم پر

Marfat.com

حرام تھا کیا تم کتاب کے بعض حصہ کو مانتے ہو اور بعض کا کفر کرتے ہو"۔

یہود کی اس ذوقی عبادت کی تفصیل علامہ ابن جریر طبری سے ملاحظہ ہو:

"اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنی اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو گھروں سے نکالیں گے۔ نسل در نسل یہ عہد و میثاق مدینہ میں آباد یہودیوں میں بھی منتقل ہوا۔ مدینہ میں اوس اور خزرج مشرکوں کے دو قبیلے تھے جو نہ کسی شریعت کے پیروکار تھے اور نہ ہی کسی چیز کی حلت و حرمت کے قائل تھے۔ یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ مدینہ کے یہودی بھی دو حصوں میں تقسیم تھے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر۔ بنو قینقاع، خزرج کے حلیف تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوتی تو بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کا ساتھ دیتے اور اس جنگ میں یہود ایک دوسرے کو قتل کرتے اور گھروں سے نکال دیتے اور جب جنگ ختم ہو جاتی تو بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو لوگ خزرج کی قید میں ہوتے ان کو بنو قینقاع فدیہ دے کر چھڑا لیتے۔ اور جب انہیں کہا جاتا کہ تم فریق مخالف کے قیدیوں کو فدیہ دے کر کیوں چھڑا رہے ہو تو وہ کہتے کہ ہمیں تورات میں یہ حکم دیا گیا کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا کہ تورات میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور گھروں سے نہ نکالو تو تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ تو وہ جواب دیتے کہ ہم اپنے حلیف سے کیے ہوئے وعدے کی پاسداری کرتے ہیں۔ یعنی مشرکوں سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور خدا سے کیے ہوئے وعدے کو توڑتے ہیں"۔

(جامع البیان، جلد 1، صفحہ 314)

انہیں دو حکم دیے گئے تھے آپس میں جنگ نہیں کرنی اور اگر آپ کے قبیلے کا کوئی آدمی دشمن کے پاس گرفتار ہو جائے تو اسے فدیہ دے کر چھڑا لینا ہے۔ دین سے حقیقی تعلق کا مطلب تو یہ تھا کہ دونوں احکام کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا۔ لیکن یہود جنگ سے تو باز نہیں آتے تھے کیونکہ اس میں غم و غصہ کی لہروں کو پینا پڑتا ہے، کبھی کوئی ناپسندیدہ بات سننی پڑتی

Marfat.com

ہے اور کبھی انا کی بھی قربانی دینی پڑتی ہے۔

لیکن فدیہ دے کر چھڑانے میں ایک جذبہ ترحم بھی زمانے پر واضح ہوتا ہے۔ لوگوں پر مال و دولت کا رعب بیٹھتا ہے۔ خاندانی انا کا مسئلہ بھی ہوتا ہے اور جنہیں چھڑایا جائے وہ ہمیشہ ممنون بھی رہتے ہیں۔ اسی لیے یہود یہ کام تو کر لیتے تھے اور وہ اسے حکم الٰہی کا نام دیتے تھے لیکن حقیقت میں اگر وہ اسے حکم الٰہی کے سبب بجالاتے تو پہلا کام بھی کر لیتے۔ دراصل وہ یہ کام حکم الٰہی کے تحت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے مخصوص ذوق کے تحت کرتے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو تعبدی عبادت مقصود ہے ذوقی عبادت نہیں اس لیے باری تعالیٰ نے ان کی اس ذوقی عبادت پر شدید گرفت فرماتے ہوئے فرمایا:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (بقرہ)

"پس تم میں سے جو لوگ یہ کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو گی کہ وہ دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں اور قیامت کے دن انہیں زیادہ شدید عذاب کی طرف لوٹا دیا جائے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلہ میں خرید لیا۔ پس ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے ضابطہ دیا کہ جو بھی ایسی ذوقی قسم کی عبادت کرے گا اور جو بھی اپنے ذوق کی تکمیل کو عبادت کا رنگ دینے کی کوشش کرے گا اس کی سزا دنیا کی ذلت ہے، آخرت کی رسوائی ہے اور اس بندے نے اپنی آخرت تباہ کر لی اور اپنی آخرت دنیا کے بدلہ میں گروی رکھ دی۔ جس بندے کا یہ حشر ہو، ظاہر ہے اس سے بڑا خسارہ اٹھانے والا اور کون ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

لمحہ فکریہ!

ہمیں یہود کی یہ عادت کتنی بری محسوس ہو رہی ہے کیونکہ دوسرے کی غلطی کو غلطی سمجھنا بڑا آسان ہوتا ہے اور اپنی غلطی کو غلطی سمجھنا اصحاب بصیرت کا کام ہوتا ہے آپ غور فرمائیں کہ اگر کوئی بندہ عید کی نماز تو بڑی پابندی اور اہتمام سے ادا کرتا ہے جو کہ زیادہ سے زیادہ واجب ہے لیکن فرض نمازوں کی پروا نہیں کرتا تو کہیں اس کا سبب یہ تو نہیں ہے کہ عید کی نماز کو اس نے ایک تقریب سمجھ لیا ہے کہ دوستوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ خوش نما اور دیدہ زیب کپڑے پہنے جاتے ہیں اور یہ اس کے ذوق کے مطابق ہے ورنہ اگر وہ اسے خدا کا حکم سمجھ کر پڑھتا تو دیگر فرض نمازیں کیوں نہ پڑھتا۔

باپ کے چہلم پر جو بے تحاشا خرچ کرتا ہے لیکن کسی یتیم کو چند ٹکے دیتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ جاتے ہیں تو شاید اس کا سبب یہ ہو کہ چہلم پر خرچ کیے جانے والا پیسہ نظر آتا ہے اس سے برادری اور احباب میں اس کی دولت کی دھاک بیٹھتی ہے جبکہ کسی یتیم، بیوہ اور مسکین کو خفیہ دیتے ہوئے اس کے اس ذوق کی تسکین نہیں ہوتی۔

جو شراب پیتا ہے سود کھاتا ہے لیکن خنزیر کا گوشت نہیں کھاتا ہے کہتا ہے کہ اس لیے نہیں کھاتا کہ اسلام میں حرام ہے۔ بھئی کیا سود، غیبت، رشوت اور شراب اسلام میں حرام نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو کیا خنزیر کا گوشت نہ کھانے کا سبب یہ تو نہیں! کہ یہ ذوق کے خلاف ہے؟ تقریب نما عبادتوں کو بجالانا اور فرائض قطعیہ کو چھوڑنا صرف ذوق کی عبادت ہے اللہ کی عبادت نہیں ہے۔ خدا کے قانون، قطعی ناقابل تغیر اور ہر ایک کے لئے یکساں ہیں۔ ایسی ذوقی عبادت کا انجام دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب ہے۔ خدا کا یہ ضابطہ صرف یہود کے لئے نہیں ہر ایک کے لئے ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بندہ کہیں جا رہا تھا راستے میں جوتے کا ایک پاؤں پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر واضح کر کے رکھ دیا۔ اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ آخر شرافت بھی تو کوئی چیز ہے۔ جب تھوڑا سا آگے گیا تو دوسرا پاؤں پڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً اسے اٹھایا اور کہنے لگا

Marfat.com

جلدی سے دوسرا پاؤں بھی اٹھالاؤ۔

یعنی جب تک اپنا فائدہ نہیں تھا تو شرافت اچھی چیز تھی اور جب ایک طرف شرافت تھی اور دوسری طرف مفاد تو فوراً شرافت ترک کردی۔ یہ ذوقی قسم کی عبادت بندہ مومن کی نہیں کسی یہودی کی ہوسکتی ہے مومن تو ایمان کے پہلے قدم پر اپنا سب کچھ اپنے رب کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

Marfat.com

حیلے بہانے

فرزانگی قصور ہے دنیائے عشق میں
دیوانہ جو ہوا وہی کامل ٹھہر گیا

(حسرت)

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

(اقبال)

Marfat.com

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝۶۵ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۶۶ (بقرہ)

''اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن حد سے تجاوز کیا تھا پس ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ پس ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت بنا دیا''۔

Marfat.com

علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

جب بھی کسی انسان کو محبت الٰہی کی دولت گراں مایہ نصیب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے تمام تر حسن و جمال اور عظمت و جلال کے ساتھ اس کے من میں سما جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے جھک جاتا ہے۔ اسے اپنی مرضی سے بڑھ کر مولا کی رضا مطلوب ہوتی ہے وہ اپنی خواہشات کی تکمیل سے بڑھ کر احکام الٰہی کی بجا آوری میں لذت و سرور محسوس کرتا ہے وہ عقل کوتاہ کی تمام تدبیریں پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس کا امام و مقتدا عقل نہیں عشق ہوتا ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
(اقبال)

لیکن جب انسان محبت الٰہی کی چاشنی سے محروم ہوتا ہے جب تک وہ ایمان کی حلاوتوں کو محسوس نہیں کرتا تو وہ احکام الٰہی سے بچنے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتا رہتا ہے مکر و فریب کی ڈگر پر چل کر احکام الٰہی کا حلیہ بدل دیتا ہے۔ جب ایک بندہ خود کو احکام الٰہی کے قالب میں ڈھالنے کی بجائے حیلے بہانے کر کے ان سے بچنے اور گریز کی راہیں تلاش کرنے لگے تو یہی چیز اس پر غضب الٰہی کے دروازے کھولتی ہے اور اسے اللہ کی رحمتوں سے محروم کر دیتی ہے۔ یہ اللہ کا ضابطہ ہے، قاعدہ ہے، قانون ہے۔

جن چیزوں نے یہود کو تباہ کیا ان میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ انہوں نے احکام الٰہی سے بچنے کے لئے حیلے بہانے بنانا شروع کر دیے تھے وہ مختلف چالیں چل کر اپنے آپ کو اوامر الٰہی سے بچانے لگے تھے۔

Marfat.com

قرآن کریم نے ان کی اس روش کا تذکرہ بھی بڑی خصوصیت سے فرمایا اور اسے ان کی ذلتوں کا ایک اہم سبب قرار دیا ہے اس کی ایک واضح مثال واقعہ سبت ہے۔

یہود کے لئے ہفتہ کا دن معظم تھا ان کے لئے اس دن کوئی دنیاوی کام کرنا جائز نہ تھا اور اس دن ان کے لیے شکار کرنا بھی ممنوع تھا۔ جب یہ ہفتہ کے دن شکار نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان اس طرح لیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں اس شدت سے دریا میں تیرتیں کہ دریا کا پانی نظر نہ آتا۔ یہ صبر نہ کر سکے۔ انہوں نے ایک حیلہ کیا۔ یہ دریا سے چھوٹی چھوٹی نالیاں کھودتے ان کے آگے گڑھے بنا دیتے جب ہفتہ کا دن ہوتا دریا میں لہریں اٹھتیں مچھلیاں ان نالیوں سے ہو کر گڑھوں میں جا گرتیں تو پیچھے سے نالی بند کر دیتے تا کہ مچھلیاں واپس دریا میں نہ جا سکیں۔ مچھلیاں چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں محبوس ہو جاتیں تو یہ انہیں اتوار کو آسانی سے پکڑ لیتے یا ہفتہ کو مچھلی کی دم میں کوئی دھاگہ وغیرہ باندھ کر اسے زمین میں گاڑھ دیتے اور اتوار کو انہیں یقینی طور پر اور آسانی سے پکڑ لیتے۔ کماذکر فی التفاسیر

ہفتے کے دن شکار نہ کرنے کا صاف مطلب یہ تھا کہ نہ شکار کرو اور نہ ہی اس کے متعلقہ کوئی کام کرو۔ لیکن یہود کی حیلہ باز طبیعت بھلا کب اس پابندی کو برداشت کر سکتی تھی تو انہوں نے مذکورہ حیلہ سے اس حکم الٰہی کی تحقیر کی۔ جو لوگ ان حیلہ بازیوں سے حکم الٰہی کو توڑ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کا عذاب دیا اور انہیں انسانوں سے بندر بنا دیا۔ کیونکہ وہ اپنے رب کی حکم عدولی کر کے انسانیت کا شرف کھو چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی ان حجت بازیوں کو بیان فرمایا تا کہ قیامت تک آنے والے انسان ان کے انجام سے عبرت پکڑیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۶﴾ (بقرہ)

Marfat.com

"اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن حد سے تجاوز کیا تھا پس ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ پس ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت بنا دیا"۔

لمحہ فکریہ!

اب بھی اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ بازی کرتا ہے تو اسے یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ وہ یہود کی روش پر چل رہا ہے اور وہ خدا کی گرفت سے کبھی نہ بچے گا۔

مثلاً ایک انسان صاحب نصاب ہے۔ اس پر زکوۃ واجب ہو جائے گی لیکن جب اس کے پاس موجود مال پر سال پورا ہونے لگتا ہے تو وہ اپنے مال کا مالک اپنی بیوی یا اپنے کسی بھائی کو بنا دیتا ہے اور جب اس پر سال پورا ہونے لگتا ہے تو وہ دوبارہ اسی کو مال سپرد کر دیتا ہے۔ تاکہ نہ وہ سال بھر مال نصاب کا مالک رہے اور نہ ہی اس پر زکوۃ واجب ہو۔ بے شک وہ قانون کی نظر میں بچ گیا لیکن یہ اس نے یہودیانہ روش اختیار کی ہے اور اسے اللہ کے عذاب کا انتظار کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

عام فقہاء کے قول کے مطابق روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے۔ اس کا مفاد صرف یہ ہے کہ اگر کسی مریض کو انجکشن کی ضرورت ہے تو وہ لگوا لے، اسے اجازت ہے لیکن اگر کوئی انسان ایسا انجکشن لگوا لے جو اس کی بھوک پیاس ہی مٹا دے تو یہ بھی وہ ایک حیلہ اختیار کر رہا ہے۔

ایک انسان کو معمولی تکلیف ہے وہ اس کو بہانہ بنا کر روزہ رکھنے سے گریز اختیار کرتا ہے یا کوئی بھی ایسا ذریعہ جس سے سبب وہ کسی بھی حکم الٰہی کی تعمیل سے راہ فرار اختیار کرتا ہے سب وہی راستے ہیں جن پر چل کر یہود تباہیوں کے گھاٹ اترے۔

Marfat.com

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے لیکن حرام چیز کو حلال کرنے کے لئے حیلہ کرنا حرام ہے مثلاً جب حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی کو سو چھڑیاں ماریں گے۔ اب کسی وجہ سے وہ یہ قسم تو کھا بیٹھے لیکن ایسی وفاشعار بیوی کو چھڑیاں مارنا بھی کچھ مناسب نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ایک جھاڑو لے کر اپنی بیوی کو مار و تا کہ تمہاری قسم پوری ہو جائے۔

ایسے ہی ایک کلو اعلیٰ گندم کو دو کلو گھٹیا گندم کے ساتھ بیچنا منع ہے۔ لیکن اگر وہ ایک کلو گندم کی قیمت بالفرض بیس روپے مقرر کر لیں اور دو کلو گھٹیا گندم کی قیمت بھی بیس روپے ہی مقرر کریں تو اس طرح قیمت کو بنیاد بنا کر ایک کلو اعلیٰ کا مبادلہ دو کلو گھٹیا گندم سے جائز ہو گا ایسے حیلے جائز ہیں۔

لیکن کسی حرام چیز کو حلال کرنے کے لیے حیلہ کرنا جائز نہیں ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینا حرام ہے اور کوئی بندہ اس حرام سے بچنے کے لیے کوئی حیلہ کرتا ہے مثلاً سال پورا ہونے کے نزدیک اپنی بیوی کو مالک بنا دیتا ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہو گا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور کسی غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کے لئے اسے وقتی طور پر مسلمان کر لینا یہ سب حیلے حرام ہیں۔

عبدیت کی شان اپنے مولا کے حکم کے سامنے جھک جانا ہے

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

حیلے بہانے کر کے حکم کو ٹالنا یہودیوں کا طریقہ تھا۔ انسان کو اس دن سے ڈرنا چاہیے جب بولتی ہوئی زبانیں گنگ ہو جائیں گی تمام مکر و فریب کی چالیں دھری کی دھری رہ جائیں گی عیاری کے سارے لبادے تار تار ہو جائیں گے۔ اور اس ذات کے ہاں پیشی ہو گی جو علیم بذات الصدور ہے۔ ایک مومن کی شان اپنے مولا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے یہود کی طرح حیلوں بہانوں سے حکم کو ٹالنا نہیں۔

Marfat.com

خواہشات نفس کی پیروی

تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھ چکا صدف صدف

عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگار دیر میں خون جگر نہ کر تلف

(اقبال)

Marfat.com

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ (فرقان:43)

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے''۔

ماتحت ظل السماء من اله يعبد من دون الله تعالیٰ اعظم عند الله عزوجل من هوی یتبع (الحدیث)

''آسمان کے سایہ کے نیچے اللہ کے سوا پوجے جانے والے معبودوں میں سے سب سے سنگین اللہ کے نزدیک وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے''۔

Marfat.com

قرآن کریم یہود پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے خصوصیت سے ان کے اس جرم کا تذکرہ بھی کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انہیں احکامات کو مانتے تھے جو ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہوتے تھے اور جو احکامات ان کی مرضی اور خواہشات کے مطابق نہ ہوتے نہ صرف یہ کہ وہ انہیں جھٹلا دیتے بلکہ ان احکامات کو لانے والے پیغمبروں کو قتل تک کرنے سے گریز نہ کرتے۔ یہود کی اس روش کا تذکرہ قرآن کریم ان الفاظ میں کرتا ہے۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (بقرہ)

"تو جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمہارا دل نہیں چاہتا تھا تو تم نے تکبر کیا۔ پھر تم نے ایک جماعت کو جھٹلا دیا اور ایک جماعت کو قتل کر دیا"۔

قرآن کریم ایک مقام پر اس آیہ کریمہ کا پس منظر بھی بیان فرماتا ہے کہ جب یہود سے کہا گیا کہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاؤ تو وہ کہنے لگے ہم تو صرف اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوا ہے۔ اس کے سوا جو کوئی کسی دوسرے پر اترا ہے ہم اس کا انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہی بات ہے تو تم اپنے نبیوں کو قتل کیوں کر دیا کرتے تھے۔ مذکورہ آیت اس کی تفصیل ہے کہ دراصل تم حق کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔ ورنہ تم اپنے انبیاء کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یعنی تمہارا معبود تمہارا نفس بن چکا ہے اللہ احکم الحاکمین نہیں۔

قرآن کریم ان کے اس رویہ کا تذکرہ یوں فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بقرہ)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اتارا ہے تو

Marfat.com

وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں جو اس کے پیچھے آیا ہے حالانکہ وہ حق ہے اور تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے آپ فرمایئے اگر تم ایمان والے ہو تو تم اس سے پہلے اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کرتے رہے؟"۔

گویا یہود کا یہ وطیرہ بن گیا تھا کہ وہ صرف انہیں احکامات کو مانتے تھے جو ان کی اپنی خواہشات کے مطابق ہوتے تھے جبکہ دین کا مغز اور نچوڑ یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے وہ حکم ماننے میں اس کا فائدہ ہو یا نقصان، وہ اس کی خواہش کے مطابق ہو یا برعکس کیونکہ اس نے اللہ کی بندگی کرنی ہے اپنی خواہش یا اپنے مفاد کی نہیں۔

لمحہ فکریہ!

یہود کی یہ روش اور ان کا یہ طریقہ ہمارے لیے بھی ایک چمکتا ہوا آئینہ ہے جس میں ہم اپنے اعمال اور رویوں کو مکمل طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اگر ایک بندہ رشوت اور حرام خوری سے تو باز نہیں آتا لیکن وہ بلی اور کتے کا گوشت نہیں کھاتا تو کتے کا گوشت بھی وہ محض اس لیے نہیں کھاتا کہ وہ اس کی خواہش کے مطابق نہیں ہے۔ اگر وہ اسے حکم الٰہی سمجھ کو چھوڑتا تو وہ یقیناً رشوت خوری اور مال حرام کھانے سے بھی باز آجاتا۔

ایک مشہور شاعر سے پوچھا گیا کہ کیا تم مسلمان ہو؟ تو اس نے برجستہ جواب دیا کہ میں آدھا مسلمان ہوں اور آدھا غیر مسلم۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں شراب پی لیتا ہوں اور خنزیر نہیں کھاتا جبکہ انہیں اپنے فتوے کے مطابق یوں کہنا چاہیے تھا کہ میں مسلمان نہیں ہوں کیونکہ میں شراب پی لیتا ہوں اس لیے کہ وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور خنزیر نہیں کھاتا اس لیے کہ وہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ یعنی خنزیر کھانا بھی میں نے اس لیے نہیں چھوڑا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ وہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تو میرے تمام اعمال کی بنیاد میری خواہش ہے حکم الٰہی نہیں۔

یاد رہے کہ یہاں عملی اسلام کی بات ہو رہی ہے جہاں تک قانونی اور فقہی اسلام کا تعلق

Marfat.com

ہے وہ تصدیق کا نام ہے اور مجھے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے۔ ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے کہ خواہشات کی پیروی یہود کا طریقہ ہے اور رضائے الٰہی کی پیروی بندہ مومن کی شان۔

ہماری زندگی سے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ ہم جن چیزوں کو مذہب کے روپ میں بڑے کر و فر سے ادا کرتے ہیں وہ دراصل ہماری کسی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے۔ مثلاً روزہ دار کو افطاری کروانا بہت ثواب کا عمل ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ افطاری کروانے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا اجر روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے۔ جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو افطاریوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ سیاسی افطاریاں، مذہبی افطاریاں، معاشرتی افطاریاں اور دوستانہ افطاریاں ہمیں ہر مومن کے متعلق حسن ظن رکھنے کا حکم ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم کسی بھی افطاری کے متعلق کوئی بدگمانی کریں کہ وہ رضائے خدا کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے ہے لیکن ہمیں اس کی تہہ میں غور ضرور کرنا چاہیے کیا وہ بندہ جو دوستوں کی افطاری پر ہزاروں روپے لگا دیتا ہے اگر اسے کہا جائے کہ یہ افطاری نہ کرواؤ یہ پیسے اس بیوہ کو دے دو جس کے بچے کئی دنوں سے بھوکے ہیں کیا وہ ایسا کر سکے گا؟ اگر وہ اپنے غریب، یتیم اور بے بس عزیز و اقارب کے حقوق تو غصب کر لیتا ہے لیکن دوستوں کو افطاری ضرور کرواتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ یہ افطاری رضائے خداوندی کے لئے نہیں بلکہ اپنے دوستوں کو خوش کرنے کی خواہش کی تکمیل ہے؟ کیونکہ اگر رضائے خداوندی اس کی بنیاد ہوتی تو وہ بندہ کسی بیوہ، یتیم اور بے بس کی خدمت بھی اس سے بڑھ کر کشادہ دلی سے کرتا کیونکہ رضائے خداوندی کے حصول کے مواقع اس میں بہت زیادہ ہیں۔

آج کل چہلم کی ایک رسم چلی ہے۔ چہلم کے لئے رسم کا لفظ اس کی موجودہ ہیئت کے اعتبار سے استعمال کیا گیا ہے۔ چہلم کی اصل تو ایصال ثواب ہے جس کے شروع ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں ہے۔ لیکن جب ہم موجودہ چہلم کے بڑے بڑے پروگراموں میں غور

Marfat.com

کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ بھی نمائش دولت کے جذبہ کی تسکین کا ایک ذریعہ بن کے رہ گیا ہے۔

جو بندہ اپنے باپ کے چہلم پر بیسیوں دیگیں پکاتا ہے۔ اگر کوئی غریب اور مسکین فرد اسے تنہائی میں کہے کہ میرے پاس میرے بچے کی سکول کی فیس جمع کروانے کے لئے پیسے نہیں ہیں خدارا میری مدد کیجئے۔ تو اس بندے کے لئے اسے چند سو روپے دینا جوئے شیر لانے سے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ الٹا وہ بندہ دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں یہاں تک کہ کسی بے بس کی جمع پونجی لوٹنے میں بھی کوئی تردد نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اپنے علاقے کا سب سے بڑا چہلم نہ کیا تو میری دولت کی دھاک نہیں بیٹھے گی کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ چہلم اس کی اپنی خواہش کی تکمیل ہے رضائے خداوندی اس کا مقصود نہیں ہے اور پھر اس موقع پر وہ چاہتا ہے کہ علاقے کے بڑے بڑے چوہدری بھی آجائیں اور ممکن ہو تو کوئی ایم۔ پی۔ اے یا ایم۔ این۔ اے بھی آجائیں تاکہ اس سے اس کے تعلقات بھی مزید مستحکم ہو جائیں اور علاقے کے لوگوں پر اس کی اپروچ کی دھاک بھی بیٹھ جائے۔

یہ فکر دینی فکر نہیں ہے بلکہ اپنی خواہش کی تکمیل میں دین کو سیڑھی بنانا ہے اور یہ عمل اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

اگر کوئی بندہ جب دوسری شادی کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید سے استدلال کرتا ہے لیکن جب وہ رشوت اور سود کھانا چاہتا ہے تو اسے قرآن یاد نہیں بلکہ وہ قرآنی احکامات کو ناقابل عمل خیال کرتا ہے۔ تو یہی یہودیانہ روش ہے۔

اس تناظر میں ہمارے دور کے معروف عالم دین مفسر قرآن حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا تجزیہ بہت ہی قابل توجہ ہے وہ فرماتے ہیں:

"جب انسان کا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کمزور ہوتا ہے تو وہ بظاہر عبادت کرتا ہے، احکام الٰہی کا اتباع بھی کرتا ہے اور منہیات سے اجتناب بھی کرتا ہے لیکن اگر ہم اس کی عبادت کا تجزیہ کریں تو اس کی عبادت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبہ اور اس کی

Marfat.com

فرمانبرداری کی نیت سے خالی ہوتی ہے۔ غور فرمایئے جب محلہ میں کسی با اثر شخصیت یا کسی خاندان کے عزیز فرد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ میں اس قدر کثیر افراد جمع ہو جاتے ہیں کہ جنازہ گاہ میں جگہ نہیں ملتی اور یہی تمام لوگ جو اس نماز جنازہ کو پڑھنے کے لئے اس جوش وخروش سے جمع ہوتے ہیں کیا یہ سب لوگ پانچ وقت کی فرض نمازیں بھی اسی جوش وخروش سے پڑھتے ہیں اور اگر نہیں پڑھتے اور فی الواقع نہیں پڑھتے تو آخر اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا نماز جنازہ کسی اور خدا نے فرض کی ہے اور روز مرّہ کی پانچ نمازیں فرض کرنے والا کوئی اور خدا ہے۔ جبکہ روز مرّہ کی پانچ نمازیں فرض عین ہیں اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہوتا تو نماز جنازہ کی نسبت روز مرّہ کی پانچ نمازوں کو ہم زیادہ جوش وخروش سے پڑھتے اور جب ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں ہماری یہ کثرت، اژدہام اور جوش وخروش محض خاندانی رسم ورواج اور محلہ داری کے روابط قائم رکھنے کے لئے ہوتا ہے اور ہمارے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔

اسی طرح عید کی نماز میں لوگوں کا زبردست ہجوم ہوتا ہے، زرق برق کپڑے پہن کر خوشبوؤں میں مہکتے ہوئے لوگ جوق در جوق کھلے میدانوں، عیدگاہوں اور شہر کی تمام چھوٹی بڑی مسجدوں میں جوش وخروش سے نماز عید پڑھنے کے لئے پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ مساجد تنگ ہو جاتی ہیں اور لوگ سڑکوں پر چادریں بچھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس موقع پر لوگوں کی کثرت اور اژدہام کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بعض جگہوں پر ٹریفک کا نظام بھی متاثر ہوتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ عید کی نماز جس جذبہ اور شوق سے لوگ پڑھتے ہیں وہ ذوق اور شوق اور کثرت و اژدہام روز مرّہ کی پانچ نمازوں میں نظر کیوں نہیں آتا۔ کیا عید کی نماز کسی اور خدا نے مشروع کی ہے اور روز مرّہ کی پانچ نمازوں کو مشروع کرنے والا کوئی اور خدا ہے۔ جبکہ پنجگانہ نمازیں فرض عین ہیں اور عید کی نماز زیادہ سے زیادہ واجب یا سنت مؤکدہ ہے۔ کیا ہمارے پیدا کردہ اس فرق سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عید کی نماز میں ہماری یہ کثرت واژدہام،

Marfat.com

یہ اہتمام اور اختشام یہ ذوق وشوق اور جوش وخروش اطاعت الٰہی اور اس کی عبادت کے جذبے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عید کا دن ہمارے لیے ایک تہوار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس دن کی نماز ہماری معاشرت، ثقافت اور تہذیب وتمدن کا ایک جز بن چکی ہے۔

ایمان کی کمزوری جس طرح احکامات الٰہی کی تعمیل میں اثر انداز ہوتی ہے اسی طرح اس کمزوری کا اثر منہیات اور ممنوعات سے اجتناب پر بھی پڑتا ہے مثلاً مسلمانوں کا ایک عام وطیرہ ہے کہ وہ مردار اور خنزیر نہیں کھاتے لیکن کیا اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے ان کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے اگر یہ سبب ہے تو پھر شراب، رشوت اور ناجائز ذرائع سے آمدنی کھانا ہم کیوں نہیں چھوڑتے۔ آخر ان چیزوں کے حرام کرنے والا بھی تو وہی خدا ہے۔ جس نے مردار اور خنزیر کو حرام کیا ہے۔ اشیاء خوردنی میں مضر اشیاء کی ملاوٹ، سود، ذخیرہ اندوزی، قمار بازی، بداخلاقی، گفتگو میں جھوٹ، چغلی اور غیبت یہ سب چیزیں بھی تو اسی خدا نے حرام کی ہیں جس نے مردار، خنزیر اور غلاظت کو حرام کیا ہے۔ لیکن مردار، خنزیر اور غلاظت کو تو ہم بالکل نہیں چھوتے اور باقی حرام چیزوں کے ساتھ بلا خوف وخطر مشغول رہتے ہیں تو کیا ہماری اس روش سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مردار، خنزیر اور دیگر نجس اور ناپاک چیزوں کا کھانا ہم نے خوف خدا سے نہیں چھوڑا بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ چیزیں ہم کو طبعاً ناپسند اور مکروہ ہیں۔ اور ان سے اجتناب کا اصل محرک خوف خداوندی نہیں بلکہ ہماری اپنی طبیعت کا تقاضا ہے"۔ (مقالات سعیدی، صفحہ 220۔221)

میں اس طویل اقتباس کے درج کرنے پر معذرت خواہ ہوں۔ مجھے بخوبی علم ہے کہ طویل اقتباس کا درج کرنا معزز قارئین پر گراں گذرتا ہے اور یہ تحریر کے حسن کو بھی مجروح کرتا ہے۔ لیکن اگر مدعا کا اظہار اسی طریقے سے ممکن ہو تو مقصد کو پانے کے لئے قارئین کرام سے معذرت بھی کی جاسکتی ہے اور تحریر کا حسن قربان بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل چیز مفہوم کی وضاحت ہے حسن تحریر نہیں۔

Marfat.com

میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرم راز درون میخانہ

(اقبال)

ہمیں اس اقتباس کی روشنی میں اپنے اعمال کا تجزیہ کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ ہماری عبادتیں کتنے فیصد خدا کے لئے ہیں اور کتنے فی صد اپنی خواہشات کی تکمیل، انا پرستی، معاشرتی رسم ورواج اور نمود ونمائش کی نذر ہو جاتی ہیں۔

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر   کہ کبھی زہر بھی کرتا ہے کار تریاقی

(اقبال)

اگر کوئی بندہ کہے کہ میں تجارت اس لیے کرتا ہوں کہ اسلام نے کسب حلال کا حکم دیا ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ اسلام نے تو ملاوٹ کرنے سے بھی منع کیا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو بھی ملعون کہا ہے۔ کیا یہ تجارت اس لیے تو نہیں کرتا کہ اس کی دولت کمانے کی خواہش کے مطابق ہے اور ذخیرہ اندوزی اور ملاوٹ اس لیے نہیں چھوڑتا کہ یہ اس کی خواہش کے مطابق نہیں۔ اگر خواہش کے مطابق کام کیا اور خواہش کے خلاف کام نہ کیا تو پھر رضائے خداوندی کدھر گئی؟

انبیاء علیہم السلام کی تاریخ شاہد ہے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو ان کی خواہشات نفسانی کے خلاف حکم نہ دیتے تو انہیں انبیاء کرام کی مثبت دعوت وارشاد پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ حضرت شعیب علیہ السلام کے اسی لیے مخالف ہو گئے تھے کہ وہ انہیں ناپ وتول میں کمی کرنے سے منع کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام کے اسی لیے دشمن بن گئے تھے کہ وہ لواطت کے فعل شنیع سے منع کرتے تھے اور یہود نے حضور ﷺ کو اسی لیے نہیں مانا تھا کہ آپ کی تعلیمات ان کی بے جا طلب زر کے راستہ میں رکاوٹ تھیں۔

انبیاء علیہم السلام کی مخالفت اسی وقت ہوئی جب ان کی خواہشات کے خلاف انہیں حکم دیا۔ اب بھی جو انسان اسلام کا وہی حکم مانتا ہے جو اس کی خواہشات کے مطابق ہے جو اس کے

Marfat.com

مفاد کے راستہ میں رکاوٹ نہیں تو یقین جانیں وہ یہود کا راستہ اپنائے ہوئے ہے اسلام کا نہیں۔

ہمیں یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ جنت کے راستوں کی سب سے بڑی رکاوٹ اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہنا ہے اور دوزخ کے راستوں کی سب سے بڑی آڑ اپنی خواہشات کے خلاف احکام خداوندی کو ماننا ہے فرمایا اللہ کے سچے نبی ﷺ نے:

حفت الجنة بالشهوات و حفت النار بالمكاره او كم

اقال عليه السلام

''کہ جنت کو شہوتوں نے ڈھانپ رکھا ہے اور دوزخ کو ناپسندیدہ چیزوں (کو اپنانے) نے''۔

قریش بھی اپنی خواہشات کی ہی عبادت کو عبادت الٰہی سمجھ بیٹھے تھے۔ وہ بھی عبادت کے اس حصہ پر عمل کرتے تھے جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا۔ اور جہاں اپنی نفسانی خواہشات پر حق کو ترجیح دینا پڑتی وہاں ان کے لیے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہ ہوتا۔ مثلاً بیت اللہ شریف کی عمارت بنانا، مسجد حرام کی تعمیر کرنا یا حاجی صاحبان کی خدمت کرنا بلاشبہ یہ بہت بڑا شرف اور سعادت مندی ہے اور یہ اعلیٰ قسم کی عبادتیں ہیں لیکن ان میں ایک پہلو ذاتی خواہشات کی تکمیل کا بھی پایا جا سکتا ہے کہ ان میں ایک شہرت و ناموری کا پہلو ہے اور لوگوں پر اپنی دولت، خدا ترسی اور حبِ خلق کی دھاک بھی بیٹھتی ہے۔ اب ان چیزوں کے عبادت الٰہی اور شہرت و ناموری کے حصول میں فرق کیسے ہوگا وہ مرحلہ بھی عملی طور پر قریش کے سامنے آ گیا کہ اللہ کا پیارا حبیب حضرت محمد ﷺ اپنی تمام تر عظمتوں اور شانوں کے ساتھ ان میں جلوہ گر ہوا اور انہیں حق کی طرف بلایا۔

حق کو ماننے میں قریش کو ایک تو حضور اکرم ﷺ کی غلامی اختیار کرنا پڑتی تھی۔ جو ان کی سرداری کے زعم باطل کے خلاف تھا۔ اور انہیں حق کے لیے بہت کچھ قربان کرنا پڑتا تھا جو ان کی حبِ دنیا کے مخالف تھا۔ ممکن ہے حق کبھی جان قربان کرنے کا مطالبہ کر دے جو اس جہاں فانی کے شکنجوں میں الجھے ہوؤں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ ممکن ہے اللہ کا پیغمبر ﷺ

Marfat.com

انہیں بحیثیت داعی کسی گمنام مقام پر بھیج دیں تو بھلا ان کی سرداری کا کیا بنتا۔ وہ تو صرف وہی عبادت کرنا چاہتے تھے جس میں ان کو شہرت ملے، ان کی نیک نامی میں اضافہ ہو، ان کی پارسائی کے ڈنکے بجیں، وہ حاجیوں کو پانی پلا کر ان کے دل جیتیں اور پھر تجارت کے بھیس میں انہیں لوٹیں۔ تو ان کے لیے حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کرنا ممکن نہ رہا۔ گویا عبادت کے روپ میں اپنی خواہشات کی بندگی کرنے والوں کے لیے حقیقی عبادت کرنا ممکن نہ ہوا۔ وہ سمجھتے رہے ہم حاجیوں کو پانی پلانے کی عبادت کر رہے ہیں، ہم مسجد حرام کی تعمیر کا شرف حاصل کر رہے ہیں تو آخر ہمیں حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

جب خواہشاتی عبادت کے خوگر ایمان باللہ کا انکار کرنے لگے۔ تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾ (توبہ)

”کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس شخص کے برابر کر دیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“۔

اگر کوئی آدمی ایسا ہے جو مسجد کی تعمیر میں بڑی سرگرمی دکھاتا ہے۔ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتا ہے بڑے بڑے پروگرام منعقد کرواتا ہے لیکن سود کھاتے ہوئے نہیں ڈرتا، ملاوٹ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ نہیں کانپتے، دوسروں کے حق مارتے ہوئے وہ فکر آخرت سے آزاد ہو جاتا ہے، نماز کے لیے جاگنا اور دوستوں کی مجلس کو چھوڑنا اس کے لیے بھاری ہو جاتا ہے۔ جب دین اس سے کوئی قربانی مانگے تو وہ دین پر دنیاوی تعلقات کو ترجیح دے دیتا ہے۔ اسے اپنے رویے پر غور کرنا چاہیے کہیں جن چیزوں کو وہ اللہ کی عبادت سمجھ رہا ہے اس کی خواہشات کی تکمیل ہی تو نہیں؟

ورنہ امانت، صداقت قرض حسن دینا، حقدار کا حق دینا، نیند کو قربان کر کے اللہ کے حضور

Marfat.com

حاضری دینا، غریبوں کا احترام کرنا، اپنے ماتحتوں کو اپنے جیسا انسان سمجھنا یہ سب اعلیٰ قسم کی عبادتیں ہیں۔ قیامت کے دن عبادتوں کے روپ میں خواہشوں کی بندگی کسی کام نہیں آئے گی صرف عبادت الٰہی ہی انسان کو نار جہنم سے محفوظ رکھے گی۔ خواہشات کی پیروی کم ظرفی ہے اور اللہ کی عبادت شرف انسانیت اور دارین کی سعادتیں پانے کا دوسرا نام

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

(اقبال)

خواہشات کی پوجا کرنے والے کے متعلق اللہ رب العزت کا یہ فیصلہ ملاحظہ ہو:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (فرقان)

''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس کیا تم اس کا ذمہ لے سکتے ہو یا تم خیال کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں۔ وہ تو محض جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہمیں کبھی نہ بھولنا چاہیے:

ماتحت ظل السماء من اله یعبد من دون اللہ تعالیٰ اعظم عند اللہ عزوجلّ من ھوی یتبع (طبرانی عن ابی امامہ)

''آسمان کے سایہ کے نیچے اللہ کے سوا پوجے جانے والے معبودوں میں سب سے سنگین اللہ کے نزدیک وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے''۔

ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہمارے کتنے اعمال رضائے الٰہی پانے کے لئے ہیں اور کتنے خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے، ورنہ خطرہ ہے کہ ہم بھی کہیں یہودی روش کو نہ اپنا لیں۔

Marfat.com

خوش فہمیاں

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ع زندگی جہد است استحقاق نیست

Marfat.com

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ
اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ
تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰ (بقرہ)

''اور انہوں نے کہا کہ ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن۔ (اے نبی ﷺ) آپ فرمایئے کیا تم نے اللہ کے پاس سے کوئی عہد لے لیا ہے پھر تو اللہ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا۔ یا تم اللہ کے متعلق کوئی ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے''۔

Marfat.com

خوش فہمیاں انسان کو حقیقتوں کے ادراک سے نہ صرف یہ کہ غافل کر دیتی ہیں بلکہ یہ انسان کو اس ڈگر پر ڈال دیتی ہیں کہ وہ حقیقتوں کے ادراک کو خشک پن اور ایک بیوقوفانہ سی بات سمجھنے لگتا ہے۔ انسان جب حقیقتوں کو فراموش کر کے خوش فہمیوں کے جہان میں رہنا شروع کر دیتا ہے تو اسے عمل کے بگاڑ سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اس کی سوچ کے دھارے اس قدر الٹے رخ پر بہہ نکلتے ہیں کہ اسے وہ باتیں اچھی ہی نہیں لگتیں جو اسے خواب غفلت سے چونکانے کے لئے کی جائیں۔ وہ انہیں باتوں پر عش عش کر اٹھتا ہے جو خوش فہمیوں کی لوریاں دے کر اس کی نیند کو مزید گہرا کر دیتی ہیں۔

ہوتا یہ آیا ہے کہ کسی قوم کے اوّلین افراد جب رضائے الٰہی کو پانے کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں تو اللہ کی رحمتوں کی برکھا ٹوٹ کر ان پر برستی ہے انہیں دنیا میں عزتیں بھی ملتی ہیں اور آخرت کی کامرانیاں بھی۔ آسمان ان کے لیے رزق کی بارشیں برساتا ہے اور زمین ان کے لئے روزی کے خزانے اگلتی ہے۔ اور ان کی بعد والی نسلیں اپنے آباء واجداد کی قربانیوں کو تو فراموش کر دیتی ہیں اور ان کی جانثاریوں کی راہ پر گامزن نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے خیال میں یہ ایک مشکل اور کٹھن راستہ ہوتا ہے لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم بھی ان کی اولاد ہیں اس لیے ہمارے آباء واجداد پر جو رحمتیں برستی تھیں وہ ہم پر بھی ضرور برسیں گی کیونکہ آخر ہمیں ان سے نسبت ہے وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ

تھے وہ آباء تو تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

یہود کے بگاڑ اور ان کی ذلتوں میں ان خوش فہمیوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے قرآن کریم نے ان کے اس فکری بگاڑ کو اور ان کی خوش فہمیوں کی اس جنت کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے لئے خوش فہمی اور حقیقتوں میں فرق واضح ہو جائے۔

یہود کے اعمال قبیحہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام تو یہ بن گیا تھا۔

Marfat.com

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ؀ (بقرہ)

''ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ٹھہرے یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس لیے ہوا کہ وہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھتے تھے''۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ

مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ

حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ؀ (آل عمران)

''ان پر ذلت مسلط کر دی گئی خواہ وہ کہیں بھی پائے جائیں مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ یا لوگوں کی پناہ میں ہوں۔ وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان پر پستی مسلط کر دی گئی یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور بے وجہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا''۔

یعنی ان کے گناہوں اور سرکشی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت مسلط کر دی۔ اور خدائی فیصلے کے مطابق وہ غضب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔

اس حقیقت کے باوجود ان کی خوش فہمیوں کا عالم یہ تھا کہ وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اس روش کا تذکرہ یوں فرماتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَھُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ

Marfat.com

يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ (مائدہ:18)

"اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ کہیے کہ پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے۔ بلکہ تم بھی اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے ایک انسان ہو"۔

یعنی حقیقت تو یہ ہے کہ پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا دے رہا ہے اور تم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ تم اس کے چہیتے ہو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اى كابنائه فى القرب و المنزلة و هو كابينا فى الشفقة و الرحمة

"یعنی ہم قرب اور منزلت میں اس کے بیٹوں جیسے ہیں اور وہ شفقت اور رحمت میں ہمارے باپ جیسا ہے"۔ (تفسیر جلالین، صفحہ 97)

یہود خوش فہمیوں کی جس جنت میں بستے تھے اس نے انہیں اس قدر بے عمل بنا دیا تھا کہ وہ ہر بے عملی کرتے تھے اور انہیں اس چیز کا شعور بھی نہیں تھا کہ ہم غلط کر رہے۔ بلکہ خوش فہمیوں کے دلاسوں نے ان کا تصور آخرت بھی بدل دیا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا۔ تو وہ کہنے لگے کہ جنت تو ہے ہی ہمارے لیے۔ جس پر قرآن مجید نے یوں گرفت فرمائی اور ان کی گمراہی ان پر واضح کی۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ (بقرہ)

"آپ ان سے کہیے اگر آخرت کا گھر دوسروں کو چھوڑ کر خالص تمہارے لیے ہی ہے تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ مگر وہ کبھی بھی اس کی آرزو نہ کریں گے بسبب اس کے جو وہ اپنے آگے بھیج چکے ہیں"۔

Marfat.com

یعنی قرآن مجید نے انہیں خوش فہمی اور حقیقت میں فرق کرنے کا ایک معیار دیا کہ اگر واقعی جنت تمہاری منتظر ہے تو تم موت کی تمنا کروتا کہ تم ابدی نعمتوں کے جہان میں داخل ہو سکو اور پھر قرآن نے خود ہی کہا یہ ایسا کبھی نہ کرسکیں گے کیونکہ یہ اگرچہ زبان سے یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ جنت خالصۃً ہمارے لیے ہے لیکن ان کے دل اب بھی پکار پکار کے یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے کرتوت جنتیوں والے نہیں اہل دوزخ کے ہیں۔ اس لیے یہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

یہود کی خوش فہمیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ ان کا خیال یہ تھا کہ اوّل تو جنت میں جانا ہی ہم نے ہے اور اگر ہم دوزخ میں چلے بھی گئے تو صرف چند دنوں کے لیے جائیں گے جتنے دن ہم نے بچھڑے کی پوجا کی تھی اور پھر ہم جنت میں ہی رہیں گے یہ ان کا ایک خود ساختہ نظریہ تھا اور ان کی خوش فہمیوں کا ایک رخ تھا جس پر قرآن مجید نے یوں تبصرہ کیا:

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (بقرہ)

''اور انہوں نے کہا ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن۔ (اے نبی ﷺ) آپ فرمایئے کیا تم نے اللہ کے پاس سے کوئی عہد لے لیا ہے پھر تو اللہ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا یا تم اللہ کے متعلق کوئی ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے''۔

یعنی تم نے جو یہ نظریہ قائم کرلیا کہ اگر ہم دوزخ میں چلے بھی گئے تو چند دنوں کے لیے جائیں گے کیا اللہ نے تم سے کوئی ایسا وعدہ کیا ہے؟ ظاہر ان کا جواب نفی میں تھا جو بالکل واضح تھا جسے ذکر کرنے کی قرآن نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ اب قرآن مجید نے واضح کیا کہ یہ تم جہالت کے سبب اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہتے رہتے ہو۔

اب قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ خوش فہمیوں کے جہان سے نکلو اور اللہ کا اہل جنت اور

Marfat.com

اہلِ دوزخ کے متعلق ضابطہ سن لو۔ ارشاد ہوتا ہے:

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ (بقرہ)

"کیوں نہیں جس نے برائی کی اور اس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا تو وہی دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"

یعنی جنت کسی خوش فہمی کی بنا پر نہیں ملے گی۔ ملے گی تو رب کی رحمت سے، ایمان اور اعمال صالحہ اس کا ذریعہ بنیں گے۔

ع بڑھ کر جو اٹھا لے مینا اسی کی ہے

لمحہ فکریہ!

یہود کی خوش فہمیوں کا ایک منظر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب ہمیں اپنے رویوں پر غور کرنا ہے۔ انتہائی صبر و تحمل اور ٹھنڈے دل سے اپنے اعمال و کردار کا جائزہ لینا ہے۔ اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے کہ کیا ہم حقائق کا سامنا کر رہے ہیں یا یہود کی طرح خوش فہمیوں کے جہانوں میں رہ رہے ہیں۔ غلطی کا احساس اصلاح کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ اگر ہم حقیقتوں کے جہان سے دور صرف خوش فہمیوں کی دنیا میں رہ رہے ہیں تو ہمارا یہ احتساب نفس ہمیں ہماری غلطی کا بڑی شدت سے احساس دلائے گا یہی احساس اصلاحِ احوال پر منتج ہوگا۔

ہمارے پاس حقیقت اور خوش فہمی میں فرق کرنے کے لئے بہت سے پیمانے اور معیار ہیں۔ ہم چند پیمانوں کے حوالے سے اپنے افکار و خیالات اور کردار و اعمال کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم خوش فہمی اور ادراک میں فرق کر سکیں۔

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمت ایمان سے نوازا ہے۔ ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ ایمان اللہ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت

Marfat.com

ہے۔ اور ایمان واقعی اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ لیکن تصدیق بالقلب اعمال میں ایک زبردست تبدیلی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر اس چیز کو ہم تصدیق قلبی مانتے ہیں کہ زہر انسان کے لیے ہلاک کن ہے تو کیا کبھی کسی انسان نے زہر کھایا ہے؟ جب ہمیں اس چیز پر تصدیق قلبی حاصل ہے کہ چھت سے چھلانگ لگانے سے انسان کا نقصان ہوتا ہے تو بھلا کسی آدمی نے کبھی بقائمی ہوش وحواس چھت سے چھلانگ لگائی ہے؟

ایسے ہی ایمان جب اپنی حقیقتوں کے ساتھ کہیں جلوہ گر ہوتا ہے تو یہ بھی انسان کے کردار وعمل میں ایک زبردست بلکہ مکمل تبدیلی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایمان صرف کلمہ پڑھ کر اپنی خواہشات کی عبادت میں مگن رہنے کا نام نہیں ہے، ایمان اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ میں بیچ دینے کا نام ہے۔

صرف کلمہ پڑھ کر سب کچھ اپنی مرضی، اپنی خواہشات، اپنے مفادات اور اپنے رسم و رواج کا مطابق کرنا اور عقیدہ یہ رکھنا کہ

ع دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

یقیناً خوش فہمی کا نقطہ ارتقاء ہے۔ اور کلمہ پڑھ کے اپنا سب کچھ اللہ کے حوالے کر دینا اپنے آپ کو یوں اللہ کے حوالے کر دینا جیسے مردہ غسال کے سپرد ہوتا ہے اور پھر بھی اللہ کے جلال سے لرزتے رہنا، اس کی خشیت سے کانپتے رہنا، ساری زندگی اس کی بارگاہِ ناز سے سر نہ اٹھا کر بھی یہ اظہار عجز کرنا کہ مولا مجھے معاف فرمانا میں تیری عبادت ویسے نہیں کر سکا جیسے کرنی چاہیے تھی، ایمان ہے۔

خدا اس مسافر کی ہمت بڑھائے
جو منزل کو ٹھکرائے منزل سمجھ کر

دیکھیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قبر کو دیکھتے ہیں تو اتنا روتے ہیں کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔ یہ وہی عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے بارہا جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ جب لوگ پوچھتے ہیں کہ امیر المومنین!

Marfat.com

آپ قبر کو دیکھ کر اتنا کیوں روتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ قبر آخرت کی منزلوں کی پہلی منزل ہے اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو باقی مراحل میں بھی کامیابی کی امید ہے اور اگر اس میں پھنس گئے تو مابعد مراحل میں کیا بنے گا؟

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت نہیں دی تھی؟ اگر دی تھی اور یقیناً دی تھی تو کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ حضور ﷺ کے فرمان کی صداقت میں کوئی شک تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ قبر کو دیکھ کر اور آخرت کو یاد کر کے اتنا روتے کیوں تھے؟

تو اس کے جواب میں ہمیں صرف یہ بات سمجھ آتی ہے کہ راہِ خشیت کی کوئی منزل نہیں ہوتی اور محبت کے مسافر کبھی اپنے مقام پر نہیں پہنچتے

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے
تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

(اقبال)

تو سب کچھ کر کے بھی خشیت الٰہی میں لرزاں و ترساں رہنا ایمان ہے اور کچھ نہ کر کے بھی یہ یقین رکھنا کہ

ع دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

خوش فہمی ہے۔ ایمان کی نشانیاں کیا ہیں ایمان ہم سے کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی سوال کا جواب ہمیں خوش فہمی اور ادراک کی حقیقت میں فرق بتائے گا۔

آیئے دھڑکتے دل کے ساتھ قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھیں اور پھر خود ہی سوچیں کہ کہیں ہم بھی یہودیوں کی طرح خوش فہمیوں کے جہاں میں تو نہیں بس رہے۔

قرآن کریم ایمان کی نشانیاں بتاتے ہوئے فرماتا ہے:

Marfat.com

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (انفال)

''مومن صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جائیں تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ فقط اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ حقیقی مومن ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجے اور بخشش ہے اور ان کے لیے عزت کی روزی ہے''۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ رب العزت کن لوگوں کو سچے مومن کہہ رہا ہے۔ آیئے اپنے گریبانوں میں جھانکیں، اپنے ایمان کا تجزیہ کریں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کیا اللہ کا ذکر ہمارے دلوں میں کپکپاہٹ پیدا کرتا ہے؟

یہ کپکپاہٹ احساس گناہ سے بھی ہو سکتی ہے اور معرفت الٰہی میں کمی کے شعور سے بھی۔ بہرکیف ذکر الٰہی سے دل لرز جائیں یہ اہل ایمان کی نشانی ہے کیا کسی سطح پر ہمیں بھی یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہے؟

کیا قرآنی آیات کی تلاوت ہمارے ایمانوں کو جلا بخشتی ہے؟ یا ہم تلاوت کے وقت ریڈیو اور ٹی۔وی ہی بند کر دیتے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ برکت کے لئے کسی پروگرام کے شروع میں تلاوت کا عنصر شامل کرتے ہیں اور پھر اسی جلسے میں دنیا جہاں کے جھوٹ بولتے ہیں۔

کیا ہمارا اعتماد ذات الٰہی پر ہوتا ہے یا مادی اسباب پر۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی بھی معاملہ

Marfat.com

میں ہم پورا اعتماد تو مادی اسباب پر کریں اور اللہ کی طاقت کو صرف برکت کے لئے مانیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں اور خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(اقبال)

کیا ہم خوش دلی اور بشاشت قلبی سے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اگر ہم میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو ہمیں ایمان مبارک ہو۔ ہمیں ہمارے کریم رب کی طرف سے بلند درجات، بخشش اور رزق کریم کی بشارتیں مبارک ہوں۔

لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ اللہ کا ذکر ہمیں ٹس سے مس نہ کرے۔ بلکہ ہم ذکر الٰہی کے وقت دلوں میں ایک گھٹن محسوس کریں۔ اور قرآنی آیات کی تلاوت ہمارے ایمان کی آگ کو اتنا بھی تیز نہ کرے جتنا کوئی غزل سن کر کوئی محب اپنے محبوب کی آگ کو اور بھڑکا لیتا ہے۔ قرآنی آیات کی تلاوت ہمارے دلوں میں کوئی ہلچل نہیں مچاتی۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ایک رسم سی بن کر رہ گئی ہے۔ اور ہمارا اعتماد ذاتِ الٰہی پر نہیں مادی وسائل پر ہے یاد رہے کہ ایمان کا تقاضا مادی اسباب کا ترک نہیں بلکہ مادی اسباب کے حصول میں پوری کوشش کرنا لیکن بھروسہ صرف رب قدیر کی طاقتوں پر کرنا

توکل کا یہ مقصد ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

انسان پانی پیے لیکن اسے یقین کامل ہو کہ پیاس اسی وقت بجھے گی جب میرا رب چاہے گا۔ کھانا کھائے لیکن یقین جانے کہ بھوک تبھی مٹے گی جب میرا رب چاہے گا۔ مادی پردوں کو چاک کر کے ہر جگہ قدرت الٰہی کو جلوہ فگن دیکھنا توکل کہلاتا ہے۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم اللہ کی ذات پر توکل کر رہے ہیں؟

کیا ہم ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ نماز ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا راہِ خدا میں اسی کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کر رہے ہیں یا زکوٰۃ کو بھی چٹی سمجھ رہے ہیں۔

Marfat.com

اگرہم ان چیزوں سے محروم ہیں اور پھر بھی ہم یہ یقین کیے بیٹھے ہیں کہ ہم کامل مومن ہیں اور

ع دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

تو کچھ نہ کرنا اور دل کو اتنا بڑا اسہارا صرف لفظوں کی آڑ میں دینا کہیں یہ یہودیوں والی خوش فہمی تو نہیں؟

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ کبھی زہر بھی کرتا ہے کار تریاقی

(اقبال)

ذرا قرآن کریم کی یہ آیہ کریمہ بھی ملاحظہ ہو:

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (زمر)

"اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل کڑھتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں"۔

یاد رہے یہاں مِنْ دُوْنِهٖۤ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ کے مقابلہ میں ہو اور اللہ سے غافل کرنے والی ہو۔ وہ بت ہوں، وہ دنیا کا ذکر ہو، مال و دولت کا تذکرہ ہو، رقص و سرود کی محفلیں ہوں یا گانا بجانا ہو۔ ہر وہ چیز جو اللہ سے دور کرنے کا ذریعہ بنے وہ مِنْ دُوْنِهٖۤ میں شامل ہے۔ اہل اللہ تو چونکہ دلوں میں محبت الٰہی کی شمعیں ہی روشن کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے ذکر کو مِنْ دُوْنِهٖۤ کے ذکر میں شامل کرنا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

تو اس آیہ کریمہ میں آخرت کو نہ ماننے والوں کی نشانی یہ بتائی گئی کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل گھٹتے ہیں اور دون اللہ کے ذکر سے وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

اب خوش فہمی اور ادراک حقیقت میں فرق کرنے کا معیار اور کسوٹی یہ ٹھہری کہ اگر کسی

Marfat.com

انسان کو اللہ کی یاد سے بشاشت قلبی اور تسکین روحانی حاصل ہوتی ہے اور گانے بجانے، رقص وسرود اور دنیا کے تذکروں سے اس کا دل ایک انقباض اور گھٹن محسوس کرتا ہے تو اللہ کی نظر میں وہ آخرت پر ایمان لانے والا ہے اور اگر کوئی انسان ایسا ہے کہ اللہ کی یاد سے تو وہ ایک گھٹن اور انقباض محسوس کرتا ہے لیکن اللہ سے دور کرنے والی چیزوں جیسے گانا بجانا، فحش گوئی، غیبت، خودنمائی اور الزام تراشی وغیرھم کے تذکروں میں وہ خوش رہتا ہے۔ تو دراصل اس نے آخرت کو مانا نہیں ہے اور یوم آخر پر اس کا ایمان نہیں ہے۔

اگر تو کوئی بندہ اپنی اس کمی کو سمجھ لے تو اس نے حقیقت کا ادراک کر لیا اور ظن غالب یہ ہے کہ جب اسے احساس ہو جائے گا تو وہ اپنی اس بیماری اور روگ کو دور کرنے کی کوشش بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے کامیابی بھی دے گا۔ لیکن اگر کوئی انسان ایسا ہے کہ اللہ کی یاد سے تو اس کا دل گھٹتا ہے لیکن اللہ سے دور کرنے والی چیزوں کے تذکرہ سے خوش رہتا ہے لیکن وہ اس زعم باطل میں بھی مبتلا ہے کہ مجھ سے بڑا مومن تو کوئی ہے ہی نہیں اور وہ یہی سمجھتا رہتا ہے کہ جنت تو ہے ہی میرے لیے کیونکہ میں مسلمان جو ہوں۔ تو یقیناً وہ شخص یہود والی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔

حضور سید عالم شفیع المذنبین ﷺ اور دیگر مقربین الٰہی کی شفاعت حق ہے۔ قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ اس پر شاہد ہیں۔ لیکن عقیدۂ شفاعت کو عملی طور پر "عقیدۂ کفارہ" بنا لینا یہ بھلا کس اسلام کی تعلیمات ہیں۔ عقیدۂ شفاعت کا مطلب بے عملی پر ابھارنا نہیں بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ محبت اور غلامی کی نسبتوں کو مستحکم کرنا ہے۔ عقیدۂ شفاعت کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ بجا لانے میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ لیکن بھلا ہم وہ اخلاص اور للّٰہیت کہاں سے لائیں جس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی ہم اللہ تعالیٰ کی کسی ایک نعمت کا شکرانہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔ تو حضور ﷺ اور دیگر مقربین بارگاہِ الٰہی کی شفاعت سے ہی ہم جنت کے مستحق بن سکتے ہیں یا اگر کبھی نادانستہ کوئی غلطی یا گناہ ہو جائے تو سرکار کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا۔

Marfat.com

لیکن اگر کوئی بندہ اپنی بے عملی کو سہارا ہی عقیدہ شفاعت سے دیتا ہے تو وہ یقیناً خوش فہمی کا شکار ہے کیونکہ اگر شفاعت کا مفہوم بے عملی پر ابھارنا ہی ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور جمیع صالحین امت رحمۃ اللہ علیہم اس مفہوم کو سب سے پہلے سمجھتے۔ ہمیں یہودیوں کی طرح خوش فہمیوں کے جہان میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے۔

ہمیں قرآن کریم کی یہ آیات طیبات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ (نساء)

"نہ تمہاری آرزوؤں پر ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو کوئی بھی برا کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور وہ اللہ کے سوا کوئی اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائے گا اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا"۔

اسلام جدوجہد، سعی پیہم اور بندگی کا درس دیتا ہے۔ خوش فہمیوں کے جہان میں جینا تو یہودیوں کا طریقہ ہے۔

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی؟
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

(اقبال)

قرآن کریم یہود کے تذکرہ میں بڑی واضح حقیقت بیان کرتا ہے:

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ (بقرہ)

Marfat.com

"اوران یہودیوں میں سے ایک گروہ ان پڑھ لوگوں کا ہے جو کتاب اللہ کا علم نہیں رکھتے لیکن امیدوں اور آرزوؤں کے چکر میں رہتے ہیں اور محض وہم و گمان پر چلتے ہیں"۔

دنیاو آخرت کیلئے جہد مسلسل اسلام ہے اور خوش فہمیوں کے جہاں میں جینا یہودیت ہے۔ آیئے اپنا محاسبہ کریں کہ ہم کس ڈگر پر چل رہے ہیں؟

Marfat.com

نہی عن المنکر کا ترک

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

(اقبال)

Marfat.com

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ (مائدہ)

''وہ ایک دوسرے کو برائی کے ارتکاب پر نہیں روکتے تھے۔ نہایت برا کام تھا جو وہ کر رہے تھے''۔

Marfat.com

یہود کی تباہی کے اسباب بتاتے ہوئے قرآن کریم نے ان کے اس جرم کا تذکرہ بھی بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے کہ انہوں نے برے لوگوں کو برائی سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ کسی بھی برے انسان کو برائی سے منع نہ کرنا گویا اس برائی میں شریک ہو جانے کا دوسرا نام ہوتا ہے۔ اس طریقے سے پورا معاشرہ برائی کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اور جب پوری قوم اور پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جائے تو خدائی قانون کے مطابق اس معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

(اقبال)

گویا نہی عن المنکر کا ترک قوموں کی تباہی کا سبب بنتا ہے اور یہود اس جرم کے ارتکاب میں انتہا کو پہنچ گئے تھے۔

قرآن کریم ان کے اس جرم کا تذکرہ یوں فرماتا ہے:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹
تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ
لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰

"وہ ایک دوسرے کو برائی کے کرنے سے روکتے نہیں تھے۔ نہایت برا کام تھا جو وہ کر رہے تھے۔ تم ان میں سے بہت سے آدمی دیکھو گے جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ کیسی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنے لیے آگے بھیجی ہے کہ خدا کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں پڑے رہیں گے"۔ (مائدہ)

جب ایمان پختہ ہوتا ہے تو آدمی کسی کو برائی کے گڑھے میں گرتا دیکھ کر ایسے ہی تڑپ اٹھتا ہے جیسے وہ کسی نابینا کو آگ میں گرتا دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے۔ لیکن جب ایمان اپنی

Marfat.com

حقیقتیں کھودے اور انسان صرف لفظی طور پر مومن رہے تو پھر وہ اپنے بھائی کے چند ٹکوں کے مادی نقصان پر تو تڑپ اٹھتا ہے لیکن اس کی آخرت کی بربادی اس کے نزدیک کوئی قابل توجہ چیز نہیں رہتی۔

یہود اسی ڈگر پر چل نکلے وہ کسی کو برائی میں مبتلا دیکھ کر اسے منع نہیں کرتے تھے۔

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای کانوا لا ینھی احد منھم احدا عن ارتکاب الماثم و المحارم ثم ذمھم علی ذالک لیحذر ان یرتکب مثل الذی ارتکبوہ (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 79)

"یعنی ان میں سے ایک دوسرے کو گناہ اور حرام کے ارتکاب سے روکتا نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی تا کہ مسلمان بھی اسی ڈگر پر نہ چل پڑیں"۔

یہود میں نہی عن المنکر کا عملی بگاڑ کیسے پیدا ہوا اس کی وضاحت بھی نبی کریم ﷺ کے فرمان گرامی سے ملاحظہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اوّل ما دخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا ھذا اتق اللہ و دع ما تصنع فانہ لایحل لک ثم یلقاہ من الغد فلا یمنعہ ذالک ان یکون اکیلہ و شریبہ و قعیدہ فلما فعلوا ذالک ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ثم قال لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ

(نفس مصدر، ج ۲، ص ۷۹)

"بنی اسرائیل میں بگاڑ کی ابتدا اس طریقے سے ہوئی کہ ان میں سے جب ایک آدمی کسی آدمی کو برائی میں مشغول دیکھتا تو اسے کہتا اے فلاں اللہ سے ڈر اور اس برائی کو چھوڑ دے کیونکہ یہ تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب وہ

Marfat.com

دوسرے دن اسے اسی برائی میں مشغول پاتا تو وہ اسے منع نہ کرتا بلکہ وہ اس کے ساتھ مل کر کھاتا پیتا اور ہمنشین بن جاتا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں کو یکساں کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد و ابن مریم علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی گئی"۔

یعنی جب بنی اسرائیل کے نیک لوگوں نے بروں کو برائی سے منع کرنا چھوڑ دیا اور ان سے دوستی کی تو اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں سے بھی تقویٰ کا نور چھین لیا اور انہیں بھی بروں کی طرح کر دیا۔ اس طرح وہ سب اللہ کی لعنتوں کے مستحق بن گئے۔

بنی اسرائیل کے تذکرہ میں یہ حقیقت بھی بڑے واشگاف الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ جب نہی عن المنکر کے ترک کے سبب انہیں انسانوں سے بندر بنا دیا گیا تو نہ برائی کرنے والے بچے اور نہ ہی ان کی برائی پر خاموش بیٹھنے والے بچے، اللہ کے عذاب سے صرف وہی لوگ بچے جو انہیں برائی سے روکا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ
عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٦٤﴾
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَ
اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا
عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ (اعراف)

"جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے انہوں نے کہا تمہارے رب کے حضور معذرت کرتے ہوئے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈریں۔ پھر جب انہوں نے بھلا دی وہ چیز جو انہیں یاد دلائی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا اس سے جو برائی سے روکتے تھے۔ اور جن لوگوں نے اپنی

Marfat.com

جانوں ظلم کیا تھا انہیں ایک سخت عذاب نے پکڑ لیا اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کام میں سرکشی کرنے لگے جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے کہا ذلیل بندر بن جاؤ''۔

بنی اسرائیل کو کہا گیا تھا کہ تم نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہیں کرنا۔ تو اس امر کی تعمیل کے سلسلہ میں ان کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ وہ تھا کہ حیلہ بہانہ کر کے اس حکم کو توڑتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو انہیں اس گناہ سے روکتا رہا اور تیسرا گروہ وہ تھا جو نہ خود اس برائی کا ارتکاب کرتے تھے اور نہ ہی انہیں اس سے روکتے تھے۔ البتہ انہوں نے روکنے والوں سے کہا کہ تم خواہ مخواہ انہیں کیوں منع کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کام ہم دو وجوہات کی بنا پر کرتے ہیں ایک تو قیامت کے دن رب کے حضور معذرت کرنے کے لئے، کہ ہم عرض کریں گے مولا! ہم انہیں روکنے کی پوری کوشش کرتے رہے اور دوسرا یہ کہ شاید یہ اللہ کے عذاب سے ڈر جائیں۔ بہرکیف بنی اسرائیل ان تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا عذاب آیا تو برائی کے مرتکب بچے نہ خاموش بیٹھے رہنے والے بچے، صرف وہ لوگ بچے جو انہیں اس برائی سے منع کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كانوا اثلاثا ثلث نهوا و ثلث قالوا لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ و ثلث اصحاب الخطيئة فما نجا الا الذين نهوا و هلك سائرهم و هذا اسناد جيد عن ابن عباس

''وہ تین گروہ بن گئے تھے ایک گروہ وہ تھا جو انہیں برائی سے روکا کرتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے روکنے والوں سے کہا: ''تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے'' اور تیرا گروہ وہ تھا جو اس برائی کا ارتکاب کیا کرتے تھے (جب اللہ کا عذاب آیا تو) ان میں سے صرف وہ بچے

Marfat.com

تھے جو برائی سے روکنے والے تھے باقی سب ہلاک ہو گئے تھے۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جید سند سے مروی ہے"۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 248)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول قرآنی الفاظ کے عین مطابق ہے لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایمان کا کم سے کم درجہ تو کسی برائی کو دل میں برا جاننا بتایا ہے سب سے قوی ایمان برائی کو طاقت سے روکنا، اس سے کم ایمان زبان سے روکنا اور سب سے کم ایمان دل میں برائی کو برا جاننا ہے ولیس وراء ذالک من الایمان حبة خردل (او کما قال) اور اس سے کم تو ایمان کی ایک رتی بھی نہیں ہے اور یہاں جو لوگ خاموش بیٹھے تھے وہ برائی کو دل میں برا تو جانتے تھے جیسا کہ ان کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے"۔

یہ جملہ اشارہ کرتا ہے کہ وہ ان کی اس برائی کو دل سے برا جانتے تھے تو آخر وہ ہلاک کیوں کر دیے گئے؟

شاید یہی سبب ہو کہ مفسرین کا اس ساکت گروہ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ ہلاک ہوا یا نہیں۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ وہ گروہ ہلاک نہیں ہوا صرف برائی کے مرتکب ہلاک ہوئے اور ایک قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت عکرمہ کے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے بھی ذکر کیا ہے۔

اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا ہو جیسا کہ قرآن مجید کا ظاہر دلالت کرتا ہے تو ممکن ہے کہ دل میں برائی کو برا جاننے کو بھی ایمان کا درجہ دینا صرف امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثناء کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی سہولت ہو۔ اور بنی اسرائیل اس سہولت سے محروم ہوں۔ جیسا کہ اس امت کو اور بھی بہت سے آسانیاں اور سہولتیں دی گئی ہیں اور یہ صرف حضور نبی کریم ﷺ کے شرف اور عند اللہ وجاہت کے سبب ہیں۔

Marfat.com

اور اگر یہ گروہ دل میں برائی کو برا جاننے کے سبب عذاب سے بچ بھی گیا ہو تو تب بھی ہمارے لیے اس میں بہت سا سامان عبرت ہے کہ کتنی ہی برائیاں ہیں جن کا ارتکاب ہم رات دن ہوتے دیکھتے ہیں لیکن ہمارے دلوں میں کبھی کوئی گھٹن یا نفرت پیدا نہیں ہوتی اگر کوئی بندہ ہماری بات نہ مانے تو ہمیں اس پر غصہ آتا ہے اور وہی بندہ رات دن خدا کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو ہمیں اس پر کبھی غصہ نہیں آتا کیا اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم عملی طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر درجہ رکھتا ہے؟

استغفر اللّٰہ العیاذ باللّٰہ

اس تیسرے گروہ کے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق لکھ کر میں اس گفتگو کو اگلے مرحلے میں لے جانا چاہتا ہوں۔

امام رازی اس تیسرے گروہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس گروہ کے متعلق مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے تھے یا بچنے والوں میں سے''۔

فنقل عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما انه توقف فیه و نقل عنه ایضاً هلکت فرقتان و نجت الناهیة و کان ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما اذا قرء هذه الآیة بکی و قال ان هؤلاء الذین سکتوا عن النهی عن المنکر هلکوا۔ و نحن نری اشیاء ننکرها ثم نسکت و لا نقول شیئاً قال الحسن: الفرقة الساکتة ناجیة فعلی هذا نجت الفرقتان و هلکت الثالثه الخ (تفسیر کبیر، ج15، ص39)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس تیسرے گروہ کے متعلق توقف کیا ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ صرف برائی سے منع کرنے والا گروہ بچا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب

Marfat.com

اس آیت کو پڑھا کرتے تھے تو رویا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ نہی عن المنکر سے خاموش رہے تو ہلاک ہو گئے اور ہم کتنی ہی برائیاں دیکھتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے اور حسن کہتے ہیں کہ خاموش رہنے والا گروہ بچ گیا تھا (کیونکہ وہ اس برائی کو دل میں برا جانتا تھا) اور صرف تیسرا گروہ ہلاک ہوا تھا" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اگر خاموش رہنے والا گروہ بھی ہلاک ہو گیا ہو تب تو یہ بہت ہی نازک اور باعث عبرت مقام ہے اور اگر وہ گروہ بچ بھی گیا ہو تب بھی یہ مقام کوئی کم عبرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ صرف اس لیے بچ گئے کہ وہ ان کی برائی کو دل سے برا جانتے تھے اور اس پر کڑھتے تھے ورنہ وہ بھی ضرور تباہ ہو جاتے۔

لمحہ فکریہ!

بہرکیف یہود کے مستحق لعنت ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے برائی سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ اس مقام سے ہمیں بغیر تفکر و تدبر کیے ویسے ہی آگے نہ گزر جانا چاہیے۔ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اپنے رویوں کا تجزیہ کرنا چاہیے۔

کیا ہم ایک دوسرے کو برائی سے روکتے ہیں؟

کیا ہم نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں؟ کیا ہم نے کبھی اپنے دوستوں، اپنے اہل خانہ، اپنے حلقہ احباب اور جہاں تک ہماری استطاعت میں ہے، کو برائیوں سے روکا؟ کیا ہمارے سامنے بے شمار برائیاں نہیں ہوتیں جن پر روکنا تو درکنار ہم کبھی اس پر کڑھے بھی؟!

کیا ایسا تو نہیں کہ اگر ہمارا کوئی دوست، ہمارا بیٹا یا ہمارا عزیز و قریبی ہماری کوئی بات نہ مانے تو ہمیں اس پر غصہ آ جاتا ہے اور اگر وہی فرد اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانیاں کرتا رہے تو

Marfat.com

کان پر جوں نہیں رینگتی اور ہماری پیشانی پر بل نہیں آتا؟

اگر صورت حال یہی ہے تو ہمیں اپنے رویوں پر غور کرنا چاہیے۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اپنے ایمان کے دعوے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی حضرت محمد ﷺ تو فرما چکے کہ برائی کو دیکھ کر جو بندہ اسے دل میں بھی برا نہ جانے اس میں ایک رتی بھی ایمان نہیں ہے۔

اور دل میں برا جاننے کی بھی تو کوئی وضاحت ہونی چاہیے اس کی بھی تو کوئی حد بندی ضروری ہے۔ دل میں برا جاننے کو ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ بالفرض ایک طاقتور بندہ کسی کمزور بندے پر ظلم کرتا ہے اسے مار مار کے ادھ موا کر دیتا ہے۔ وہ کمزور بندہ اس سے کسی طرح بدلہ نہیں لے سکتا تو ظاہر ہے وہ اس کے متعلق دل میں کڑھتا رہے گا۔ اس کے بارے میں اپنے من کو جلاتا رہے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی بندہ دیکھے کہ فلاں بندہ نماز نہیں پڑھتا، سود کھاتا ہے، غریبوں کے حقوق غصب کرتا ہے، قوم کو گروی رکھ کے سودا بازی کر رہا ہے لیکن میں کسی بھی طرح اسے ان برائیوں سے روک نہیں سکتا تو وہ دل میں کڑھتا ہے جلتا ہے تو یہ کم سے کم ایمان ہے لیکن اگر وہی بندہ اس بندے کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے تو وہ اس کی آنکھیں نکال دے۔ لیکن جب وہ برائیوں میں مگن ہو تو اسے ذرہ برابر پروا نہ ہو ایسے ہی شخص کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں رتی برابر ایمان نہیں ہے۔

ہمیں ٹھنڈے دل سے اور تحمل سے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارے کتنے ہی دوست، عزیز و اقارب، ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے اور ہمارے اردگرد کتنے ہی لوگ رب کی نافرمانیاں کرتے ہیں، نماز کے تارک ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، سود کھاتے ہیں اور نہ جانے کس کس طریقے سے اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔

کیا ہم طاقت پانے کے باوجود انہیں روکتے ہیں؟

کیا ہم انہیں زبان سے ہی منع کرتے ہیں؟

اور اس چیز کو ہم دل میں برا بھی مانتے ہیں؟

Marfat.com

کیونکہ جس چیز کو بندہ برا جانتا ہے اسے کب تک برداشت کرسکتا ہے کبھی نہ کبھی تو بول پڑتا ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نہی عن المنکر سے یکسر غافل ہو چکے ہیں؟ یہ چیز ہماری زندگی کے شیڈول سے خارج ہو چکی ہے۔ ہم بچے کو سکول بھیجنا تو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں لیکن اسے نماز کا حکم دینا اپنا فریضہ سمجھتے ہی نہیں۔

اگر خاکم بدہن حقیقتِ حال ایسی ہی ہے تو یقین فرمایے ہم ایمان کی روشن راہوں کو چھوڑ کر یہود کے ڈگر پر چل نکلے ہیں۔ ہم اسی روش پر بھاگے جا رہے ہیں جو رحمتِ الٰہی کے جہانوں میں نہیں لے جاتی، غضب الٰہی کی دنیا میں لے جاتی ہے۔

ہم نے آخر یہ کیوں نہیں سوچا کہ برائی متعدی نہیں ہوتی لازم ہوتی ہے اور برائی کی نحوست صرف برے کو ہی اپنی لپیٹ میں لیتی ہے برائی سے منع کرنے والے اس سے بچ جاتے ہیں۔ ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو کیوں فراموش کر دیا کہ

"نیک اور برے کی مثال اس قوم کی طرح ہے جو ایک کشتی میں سوار ہوئی۔ بعض اوپر والی منزل پر اور بعض نیچے والی منزل پر ٹھہرے۔ نیچے والوں کو پانی لینے کے لئے اوپر جانا پڑتا تھا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم نیچے والے حصے میں ایک سوراخ کر لیں تو ہمیں بار بار اوپر نہ جانا پڑے۔ اور اوپر والوں کو بھی زحمت نہ ہو۔ اگر اوپر والے انہیں ان کے اس ارادے سے نہ روکیں تو جب پانی کشتی میں آئے گا تو اوپر نیچے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر انہیں روک دیں تو سارے بچ جائیں گے"۔ (ریاض الصالحین، رقم الحدیث 187)

اس تمثیل میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ برائی کو اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو برے تو تباہ ہوتے ہی ہیں نیک بھی نہیں بچتے اور اگر برائی کو روکا جائے تو نیک بھی بچ جاتے ہیں اور برے بھی۔

اور ہمیں یہ حقیقت بھی کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیں کہ:

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا کہ جاؤ فلاں شہر کو تباہ و

Marfat.com

برباد کردو۔ اس فرشتے نے عرض کیا بار خدایا! فلاں آدمی بھی تو اس شہر میں رہتا ہے جس نے کبھی پلک جھپکنے کے برابر بھی گناہ نہیں کیا۔ پھر اب کیا کروں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تباہ کر دو اس کو بھی کہ دوسروں کو گناہ کرتے دیکھتا رہا۔ اور ایک لحمہ کے لئے بھی کبھی ترش روئی تک اختیار نہ کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک ایسے شہر پر عذاب نازل کیا جس میں اٹھارہ ہزار آدمی ایسے بھی آباد تھے۔ جن کے اعمال پیغمبرانہ صفات کے حامل تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ کیوں؟ (یعنی ان لوگوں کو مبتلائے عذاب کیوں کیا گیا) فرمایا اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے خفا نہ ہوتے تھے اور ان سے باز پرس نہ کرتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ آدمیوں کو ہلاک کروں گا۔ جن میں سے چالیس ہزار نیک اور ساٹھ ہزار بد ہوں گے۔ آپ نے عرض کیا: بار خدایا! وہ نیک کیوں ہلاک کیے جائیں گے؟ فرمایا اس لیے کہ انہوں نے بدوں سے دشمنی اختیار نہ کی۔ اور ان کے ساتھ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور کاروبار کرنے سے احتراز نہ کیا"۔ (نسخہ کیمیا، صفحہ 498)

اگر ان احادیث مبارکہ کو پڑھ کے ہم خواب غفلت سے نہ چونکیں اور نہی عن المنکر سے ایسے ہی منہ موڑے رہیں جیسا کہ ہیں تو سمجھ لیجئے کہ بدقسمتی اپنے عروج کو پہنچ گئی اور ہم تباہی و بربادی کے گڑھوں کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں اور ہمارا یہ رویہ غضب الٰہی کو دعوت دے رہا ہے۔ اور ہم یہود کے رنگ میں رنگے چلے جا رہے ہیں۔ اس تناظر میں ہمیں اس حدیث مبارکہ کو مشعل راہ بنانا چاہیے:

یا ایھا الناس مروا بالمعروف و انھوا عن المنکر قبل ان تدعوا اللّٰہ فلا یستجیب لکم و قبل ان تستغفروہ فلا یغفر لکم ان الامر بالمعروف و النھی عن المنکر لا یدفع رزقا

Marfat.com

فلا یقرب اجلا (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 3418)

"اے لوگو! نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اس سے قبل کہ تم دعائیں مانگو اور اللہ تمہاری دعائیں قبول نہ کرے اور تم اللہ سے مغفرت کا سوال کرو اور وہ تمہاری مغفرت نہ کرے بے شک اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو کم کرتا ہے اور نہ ہی موت کو قریب کرتا ہے"۔

جب نہی عن المنکر کا ترک یہود کو لعنت الٰہی کا مستحق بنا دیتا ہے، انہیں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتا ہے تو اگر ہم بھی اسی روش پر چل پڑیں، ہم بھی برائی کو برائی سمجھنا چھوڑ دیں، برائی کو دیکھ کر روکنے منع کرنے یا کم از کم کڑھنے کی بجائے ہم برائی کے مرتکب کو اپنے سینہ سے لگائے رکھیں، تو ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کس روش پر چل نکلے ہیں۔ قبل اس کے کہ غور کرنے کی مہلت ختم ہو جائے اور سوچنے کے لمحات بیت جائیں اور وہ وقت آجائے جب جہان وہم و گماں پاش پاش ہو جائے اور تمام حقیقتیں بے نقاب ہو جائیں۔

Marfat.com

فضول بحثیں

قوم کے ہاتھوں سے جاتا ہے متاع کردار
بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات و صفات

(اقبال)

Marfat.com

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ (بقرہ:108)

''کیا تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوال کرنا چاہتے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے پہلے کیے گئے''۔

Marfat.com

بحث وتمحیص کا مقصد اگر کسی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا یا کسی مسئلہ کا حل تلاش کرنا ہو تو یہ ایک پسندیدہ عمل ہے اور علم میں رسوخ حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بھی۔ لیکن اگر بحث فقط وقت گزارنے کے لئے، کسی حکم الٰہی کو ٹالنے کے لیے یا محض کسی کو زچ کرنے کے لیے ہو تو یہ عمل نہ صرف اخلاقی طور پر ایک قبیح عمل ہے بلکہ شریعت میں بھی اس کی واضح ممانعت آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ (الترغیب والترہیب، صفحہ 541)

"کسی بھی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر عبث فعل کو چھوڑ دیتا ہے"۔

جس بندے کے دل پر اللہ کی عظمت بیٹھ جائے اور جسے یہ یقین کامل ہو جائے کہ میری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ لکھا جا رہا ہے اور روز محشر مجھے اس کا جواب دینا ہوگا جو فکر آخرت میں مگن ہو اس کے پاس فضول بحثیں کرنے کا وقت ہوتا ہی کہاں ہے وہ تو ایک جملہ بھی ایسا نہیں کہتا جو اسے فکر آخرت سے غافل کرے۔ وہ تو سمجھتا ہے وقت بہت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے۔

یہود کے وہ اخلاقِ ذمیمہ جنہوں نے انہیں بارگاہِ الٰہی کا مبغوض بھی ٹھہرایا اور مبغوض خلائق بھی۔ ان میں سے ایک نمایاں چیز ان کی فضول بحث وتکرار بھی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پیغمبروں سے ایسے ایسے فضول اور بے جا سوال کرتے تھے کہ جو پیغمبروں کی اذیت کا باعث بنتے تھے۔

قرآن کریم نے ان کی اس روش کا تذکرہ کئی مقامات پر فرمایا ہے۔ اس کی ایک واضح مثال واقعہ "ذبح بقرہ" میں نظر آتی ہے۔

جب بنی اسرائیل کا ایک بندہ قتل ہو گیا، قاتل کوئی گمنام فرد تھا۔ جب انہوں نے اس مسئلہ کا حل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چاہا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا کہ تم ایک گائے ذبح کرو اس کا ایک حصہ مقتول کو مارو، وہ زندہ ہو کر بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے

Marfat.com

بڑی سیدھی، صاف اور آسان سی بات تھی جو انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتائی تھی۔ لیکن ان کی فضول اور لایعنی بحث وتکرار کی عادت نے انہیں کس ڈگر پر ڈال دیا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید سے سنئے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةًؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًاؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَاؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَاؕ وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ۝ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَاؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ۝ (بقرہ)

"اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ انہوں نے کہا کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نادانوں میں سے ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ ہم سے بیان کرے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ موسیٰ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچی ان کے بیچ کی ہو پس بجالاؤ جو حکم تمہیں دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا اپنے رب سے درخواست کرو وہ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گہرے زرد رنگ کی ہو دیکھنے والوں کو اچھی معلوم ہوتی ہو۔ انہوں نے کہا اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ ہم سے بیان کر دے کہ

Marfat.com

وہ کیسی ہو۔ کیونکہ گائے میں ہمیں شبہ پڑ گیا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پا لیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو کہ وہ محنت کرنے والی نہ ہو، زمین کو جوتنے والی اور کھیتوں کو پانی دینے والی نہ ہو، وہ سالم ہو اس میں کوئی داغ نہ ہو۔ انہوں نے کہا اب تم واضح بات لائے ہو پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ ذبح کرتے نظر نہ آتے تھے"۔

آپ نے محسوس فرمایا کہ انہوں نے ایک واضح اور صاف حکم کو فضول بحثوں سے کن گورکھ دھندوں میں الجھا دیا۔

پہلے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعی حکم الٰہی ہے یا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں۔ یہ پیغمبر کی اعلیٰ وارفع ذات پر ایک بہت سخت تنقید اور بدگمانی تھی کہ وہ ایسے سنجیدہ موقع پر بھی شاید ہم سے مذاق کر رہے ہوں۔ پھر گائے کیسی ہو؟ اس کی عمر کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس نے مشقت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ وہ عبث سوالات تھے جن کا نفس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ عبث اور فضول سوالات ہی ان پر رحمت الٰہی کے دروازے بند کرتے گئے اور وہ سختیوں اور شدت کی زنجیروں میں مزید جکڑتے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انما امروا بادنی بقرة و لکنهم لما شددوا شدد الله علیهم و ایم الله لوا نهم لم یستثنوا لما بینت لهم آخر الابد

"انہیں فقط ایک عام گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن جب وہ سوالات کرتے گئے تو ان پر سختی ہوتی گئی اور خدا کی قسم! اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک اس گائے کو نہ پا سکتے"۔ (ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 105)

اس تناظر میں دو باتیں بالکل واضح ہو رہی ہیں:

ایک تو یہ کہ فضول بحثوں میں وہ قوم الجھتی ہے جو حکم ماننا نہیں چاہتی بلکہ اسے ٹالنا چاہتی ہے۔ اپنے مقصد سے غفلت ہی انہیں فضول بحثوں میں الجھنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

Marfat.com

دوسری بات یہ کہ فضول بحثیں کسی قوم کو اللہ کی رحمتوں سے دور کر دیتی ہیں اور انہیں سختیوں کے شکنجوں میں کس دیا جاتا ہے۔

پہلی بات پر دلیل اللہ تعالیٰ کا ان کے ان سوالات کے بعد یہ فرمانا ہے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ (بقرہ) کہ انہوں نے اسے ذبح تو کر دیا لیکن وہ ایسا کرنے والے نہیں تھے اور دوسری بات پر دلیل وہ حدیث مبارکہ جو ابھی بیان کی گئی کہ اگر وہ کوئی سی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کے لیے کافی تھی لیکن وہ جیسے جیسے سوالات کرتے گئے ان پر سختیاں ہوتیں گئیں۔

لمحہ فکریہ!

آیئے ہم اپنی بحثوں کی نوعیت پر غور کریں۔ کہیں یہ عبث اور فضول تو نہیں۔ کہیں یہ ایسی بحثیں تو نہیں جو ہمیں اصل مقصد سے غافل کر دیں جو نہ ہمارے اس دنیا کے کام سنواریں نہ اس جہاں کے۔

اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ سود حرام ہے تو کوئی بندہ یہ بحث شروع کر دے کہ کیا تجارتی سود بھی حرام ہے؟ کیا بینک کا سود بھی حرام ہے؟ تو کہیں یہ وہی بات تو نہیں کہ گائے کیسی ہو اور اس کا رنگ کیسا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے درود و سلام پڑھو اور کوئی بندہ درود و سلام پڑھے تو کبھی نہ البتہ اس میں الجھا دے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا ہے یا بیٹھ کر اور کن صیغوں سے پڑھنا ہے۔ کہیں یہ گائے کے رنگ اور عمر والی بحث ہی تو نہیں؟ بندہ مومن کبھی اپنے مقصد سے غافل نہیں ہوتا۔ فضول بحثوں میں الجھنا یہود کا وطیرہ ہے۔

ع فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

شیطان ایسی ہی بحثوں میں الجھا کر بندہ مومن کو اپنے مقصد اصلی سے غافل کرتا ہے۔ علامہ اقبال اس شیطانی منصوبے کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ابلیس اپنے مشیروں سے کہتا ہے۔

Marfat.com

ابن مریم مر گیا یا زندہ و جاوید ہے
ہیں صفات ذات حق حق سے جدا یا عین ذات
آنے والے سے مسیح نا صری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزند مریم کے صفات
ہیں کلام اللہ الفاظ حادث یا قدیم
امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات
کیا مسلماں کے لئے کافی نہیں اس دور میں
یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

(کلیات اقبال، ص ٦٥٦)

Marfat.com

کتمانِ حق

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(اقبال)

ہمارے ذہن پر چھائے نہیں ہیں ہوس کے سائے
جو ہم محسوس کرتے ہیں وہی تحریر کرتے ہیں

(غالب)

Marfat.com

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۴۲ (بقرہ)

''اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ''۔

Marfat.com

اگر کسی بندے کے پاس کوئی حق ہو اور وہ اپنے کسی مفاد کے لئے اس حق کو چھپائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من سئل عن علم فكتمه الجم يوم القيامة بلجام من النار (1)

"جس سے کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپایا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام چڑھائی جائے گی"۔

بندۂ مومن حق کو چھپاتا نہیں ہے بلکہ اپنا مفاد قربان کر کے یہاں تک کہ بسا اوقات اپنی جان کی بازی لگا کر بھی وہ حق کا برملا اعلان کرتا ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(اقبال)

لیکن یہود کتمان حق کے اس شدت سے مرتکب ہوئے کہ یہ چیز ان کا تعارف اور پہچان بن گئی۔ کتمان حق اور یہود لازم و ملزوم ہو گئے اور یہ چیز ممکن ہی نہیں کہ کتمان حق کا لفظ بولا جائے اور یہود کا تصور ذہن میں نہ آئے یا یہود کا لفظ بولا جائے اور کتمان حق کا تصور ذہن میں نہ گونجے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہود کو بڑی شدت سے اس گناہ کے ارتکاب سے رکنے کی تلقین کی۔

یہود سے فرمایا گیا:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾

"اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ"(بقرہ)

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا

1۔ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۶۵۸ بحوالہ الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۱۹۹

Marfat.com

تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ (آل عمران)

"جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ اسے لوگوں سے صاف صاف بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں۔ تو انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی۔ انہوں نے کتنا برا سودا کیا ہے"۔

قرآن مجید میں یہ بھی واضح الفاظ میں بیان فرما دیا گیا کہ کتمان حق کے مجرم پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت بھیجتا ہے اور اس کی مخلوق بھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ (بقرہ)

"بے شک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے کھول کر کتاب میں بیان کر چکے ہیں تو وہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں"۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الملائکة و المؤمنون او کل شیء بالدعاء علیهم باللعنة

"یعنی ان پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں اہل ایمان لعنت بھیجتے ہیں اور ہر چیز ان کے لیے لعنت کی بددعا کرتی ہے"۔ (تفسیر جلالین، ص 23)

یہود اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل دین حنیف پر تھی۔ لیکن انہوں نے محض یہودیت کی برتری اور اس کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے اس حق کو بھی چھپایا اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی

Marfat.com

یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کتمان حق کا تذکرہ یوں فرمایا:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (بقرہ)

"کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور اس کی اولاد سب یہودی اور عیسائی تھے۔ آپ کہیے تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس آئی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں"۔

ذرا یہ آیہ کریمہ ملاحظہ ہو اور یہود کے کتمانِ حق کا منظر دیکھیے اور اس جرم کی عبرت ناک سزا بھی ملاحظہ ہو:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓىٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (بقرہ)

"جو لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں اتاری ہے اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ نہ ان سے ہم کلام ہوگا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا اور بخشش کے بدلے عذاب کو۔ یہ آگ کو کتنا برداشت کرنے والے ہیں"۔

Marfat.com

یہ آیات طیبات یہود کے علماء کے متعلق نازل ہوئیں جو اپنے تقدس کا بھرم قائم کر کے لوگوں سے ہدیے اور نذرانے وصول کرتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ تھا کہ آخری نبی بھی انہیں میں سے ہوگا لیکن جب نبی کریم ﷺ بنی اسمٰعیل میں سے تشریف لائے۔ تو انہوں نے سوچا کہ اب تو لوگوں کی ساری عقیدتوں کا مرکز ذات رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بن جائے گی اور ہمیں یہ نذرانے اور چڑھاوے نہیں ملیں گے۔ تو انہوں نے پیٹ کی خاطر اور مال وزر کی ہوس کے سبب حضور اکرم ﷺ کی ان واضح نشانیوں اور صفات کو چھپالیا جو تورات میں موجود تھیں۔

ان کے کتمان حق کے سبب کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

فکتموا ذالک لئلا تذهب ریاستهم و ما کانوا یاخذونه من العرب من الهدایا و التحف علی تعظیمهم اباء هم

"انہوں نے حق کو چھپایا تا کہ ان کی چودھراہٹ ختم نہ ہو جائے۔ اور اپنے آباءواجداد کی تعظیم کے سبب عربوں سے جو انہیں تحائف اور ہدایا ملتے تھے وہ ختم نہ ہو جائیں"۔ (تفسیر ابن کثیر، ج 1، ص 196)

یعنی یہ لوگ اس قدر زر پرست ہو چکے تھے کہ تحفوں اور ہدیوں کے لالچ میں انہوں نے اتنے بڑے حق کو جھٹلا دیا۔

یہود کے کتمان حق کی مثالیں

یہودیوں نے جو حق کو جھٹلایا اس کا سب سے بڑا اظہار انہوں نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کا انکار کر کے کیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو تورات کی روشنی میں بہت اچھے طریقے سے پہچانتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ۝ (بقرہ)

"جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ انہیں اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے

Marfat.com

بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ حق کو چھپا رہا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے"۔

یعنی یہود حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو بحیثیت پیغمبر آخر الزماں اس طرح پہچانتے تھے جیسے کوئی اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضور ﷺ کی عظمت اور آپ کی نشانیوں کو بڑی تفصیل اور واضح انداز میں بیان فرما دیا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لقد عرفته حين رايته كما اعرف ابني و معرفتي لمحمد اشد رواه البخاری

"جب میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو میں نے آپ کو ایسے پہچان لیا جیسے میں اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہوں بلکہ میں نے حضور ﷺ کو اپنے بیٹے سے بھی بڑھ کر پہچان لیا اسے بخاری نے روایت کیا"۔

(تفسیر جلالین، صفحہ 21)

یہود کتمان حق میں کتنا آگے بڑھ گئے تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

"حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (جن کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا) یہ حیی بن اخطب رئیس یہود کی بیٹی تھیں ان کے چچا کا نام ابو یاسر بن اخطب تھا۔ آپ کہتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا تمام بچوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرتے تھے۔ جب بھی میں ان سے ملاقات کرتی تو مجھے اٹھا کر سینے سے لگا لیتے۔ جب اللہ کے پیارے رسول قبا میں تشریف لائے اور بنی عوف بن عمرو کے محلہ میں قیام فرمایا تو میرا والد اور میرا چچا صبح اندھیرے منہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گئے اور سورج غروب ہونے کے بعد واپس لوٹے۔ جب وہ واپس آئے میں نے محسوس کیا کہ وہ تھکے ہوئے ہیں، افسردہ خاطر ہیں اور بڑی مشکل سے ہولے ہولے چل رہے ہیں۔ میں نے حسب معمول ان کو محبت بھرے کلمات سے مرحبا کہا لیکن ان دونوں میں سے کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا

Marfat.com

کر بھی نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا: بے شک خدا کی قسم! پھر چچا نے پوچھا کیا تم نے ان کو تورات میں بیان کردہ نشانیوں اور صفات سے پہچان لیا ہے۔ اس نے جواب دیا بے شک خدا کی قسم۔ پھر چچا نے پوچھا بتاؤ اب کیا خیال ہے۔ میرے باپ نے جواب دیا: عداوۃ و اللہ مابقیت ''خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت کرتا رہوں گا''۔

(ہدایۃ الحیاری، صفحہ 140۔ لابن قیم بحوالہ ضیاء النبی، جلد 1، صفحہ 497)

یہود کتمان حق میں اتنا آگے بڑھ گئے تھے کہ وہ بڑی واضح صداقتوں کو جھٹلا دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ ہم میں سے ایک (شادی شدہ) مرد اور عورت نے زنا کیا ہے ان کی کیا سزا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم تو کوڑے مارتے ہیں اور رسوا کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ تورات میں تو رجم کرنے کا حکم ہے۔ تورات لاؤ۔ تورات لائی گئی۔ ایک شخص پڑھنے لگا۔ جب وہ آیت رجم پر پہنچا تو اس نے اس پر ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے کی عبارت پڑھ دی۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: اپنا ہاتھ اٹھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی۔ انہوں نے کہا: اے محمد! (ﷺ) آپ نے سچ فرمایا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے انہیں رجم کرنے کا حکم فرمایا اور انہیں رجم کر دیا گیا''۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 55)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کتمانِ حق میں یہ قوم کس قدر آگے جا چکی تھی۔ اس لیے یہ غضب الٰہی کی سزاوار ٹھہری۔

لمحہ فکریہ!

یہود کے کتمان حق اور تلبیس بین الحق والباطل کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی

Marfat.com

اور اس کی سزا کا تذکرہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ وہ نازک مقام ہے جہاں ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے، اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے اور اپنے طرز حیات میں تفکر و تدبر کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین اٹل اور غیر متبدل ہیں جو بھی بندہ اس روش کو اپنائے گا وہ انہی ذلتوں اور رسوائیوں میں جا گرے گا جس میں یہود جا گرے تھے۔

ہمیں ایک دوسرے کو الزام دیے بغیر اپنے اپنے گریبان میں جھانکنا ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا سچ تو نہیں جس کا اظہار ہم نے کسی خوف، کسی لالچ یا کسی مفاد کے لئے نہ کیا ہو؟

ہم کسی ایسی بات پر ڈٹے ہوئے تو نہیں جسے ہم غلط سمجھتے ہوں اور صرف اس لیے اس کا ارتکاب کیے جا رہے ہوں کہ ہمارے مرید، ووٹر، مقتدی یا دوست نہ روٹھ جائیں؟

یہود کی تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جو عزتیں کتمانِ حق سے حاصل کی جائیں وہ بہت جلد ذلتوں میں بدل جاتی ہیں اور اظہار حق سے اگر وقتی طور پر کچھ پریشانیاں بھی پیش آ جائیں تو بہت جلد تمام پریشانیاں چھٹ جاتی ہیں اور انسان کو دونوں جہانوں کی کبھی ختم نہ ہونے والی عزتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

کیا یہود ذلیل و رسوا نہ ہوئے؟ کیا وہ جلاوطن نہ ہوئے؟ کیا ان کے اپنے ہی فیصلے کے مطابق انہیں تہہ تیغ نہ کیا گیا؟ تو یہود کی صفات اپنانے والے بھلا ان کے انجام سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے یہود کی یہ تاریخ بطور افسانہ محفوظ نہیں فرمائی بلکہ اس لیے اسے محفوظ فرمایا کہ یہ اہل ایمان کیلئے ایک آئینہ بن جائے۔ اہل ایمان ان کے انجام سے باخبر ہو کر اپنے انجام کی فکر کریں۔ ان کی صفات ذمیمہ سے واقف ہو کر ان سے دور بھاگیں اور اللہ تعالیٰ کے کلی قوانین سے کبھی غافل نہ ہوں۔

آیئے اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور خود سوچیں کہیں ہم کسی سچ کو چھپا تو نہیں رہے؟ کہیں کسی صداقت کا اظہار کرنے میں کوئی خواہش، کوئی مفاد، کوئی خوف یا کوئی دوستی تو

Marfat.com

آڑے نہیں آرہی؟

ایمان ہر موقع پر اظہار حق کا نام ہے اور کتمان حق یہودیت کا خاصہ ہے۔ ہمیں ایمان کی روشن شاہراہوں پر چلنا ہے یہودیت کی تنگ اور ذلیل پگڈنڈیوں پر نہیں۔

عزت اظہار حق میں ہے کتمان حق میں نہیں وقار حق کا اعلان کرنے میں ہے حق چھپانے میں نہیں۔

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس بات کا اظہار کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے سکھائی ہے اور جو سچ کسی کے پاس ہے بلا خوف و خطر ہر مفاد کو ٹھکراتے ہوئے اس کا اعلان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:

يَآ أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (مائدہ)

''اے رسول! (ﷺ) جو کچھ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا بے شک اللہ تعالیٰ منکر قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔

یہ خطاب بلاواسطہ حضور اکرم ﷺ سے ہے اور بالواسطہ ہر اہل ایمان اس کا مخاطب ہے کہ اسے ہر حق دوسروں تک پہنچانا چاہیے جو اس کے پاس ہے اور ایک حق کا چھپا دینا تمام حق کو چھپا دینے کے مترادف ہے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کتمان بعضها ککتمان کلها (تفسیر جلالین، صفحہ 104)

''بعض حق کو چھپانا سب حق کو چھپانے کے مترادف ہے''۔

ہمیں اپنے رب کا یہ حکم ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

Marfat.com

تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ۝ (بقرہ)

"اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا اور اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی باخبر ہے"۔

آیئے عزم مصمم کریں کہ ہم نے اظہار حق کی راہ کو اپنانا ہے، کتمان حق کا جرم نہیں کرنا۔ ایمان کی حسین صفات کو اپنانا ہے یہود کی صفات مذمومہ کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر ہماری دستگیری فرمائے۔ آمین بحرمة طٰہٰ و یٰسین

Marfat.com

عصیان وسرکشی

چل جب میں کہتا ہوں الٰہی میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

Marfat.com

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۝۷۸ (مائدہ)

''بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھ جاتے تھے''۔

Marfat.com

بندے کی شان اور اس کی عظمت کا راز اپنے مولا کی بندگی میں چھپا ہوا ہے۔ اپنے رب کی اطاعت اور فرمانبرداری اسے دونوں جہانوں کی سعادتوں کا امین بناتی ہے۔ اور اس کی بارگاہِ عالی سے منہ موڑ لینا دنیا و آخرت کی ذلتیں سمیٹ لینے کا دوسرا نام ہے۔ قرآنِ کریم میں اس نکتہ کو بارہا اور متعدد اسالیب سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور تقویٰ انسان کو دارین کی سعادتوں کے تاج پہناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس پر ذلت اور محرومیاں مسلط کر دیتی ہے۔

بنی اسرائیل جن وجوہات کے سبب ذلت و مسکنت کا شکار ہوئے اس کا ایک بڑا اور اہم سبب یہ بھی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو گئے تھے اور انہوں نے طغیان و سرکشی کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔

کہا جا سکتا ہے کہ کافر، دہریے اور مشرک بھی تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نہیں کرتے۔ آخر یہودی ہی اس گرفت میں کیوں آئے؟

اس کے جواب میں اوّلیں گزارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہر جگہ اور ہر مقام پر انسان کے لیے ذلتوں کا پیغام ضرور لاتی ہے وہ کسی رنگ میں، کوئی سا روپ دھارے اور کسی بھی شکل میں آئے۔ وہ سکون قلب لٹ جانے کی شکل میں ہو، وہ مخلوق خدا کی طرف سے برسنے والی لعنتوں کے روپ میں ہو، وہ اولاد کے بگڑ جانے یا کسی بری لت میں گرفتار ہو جانے کے رنگ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانونِ گرفت بہت زیادہ تدبر اور تفکر کا مطالبہ کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی عام قوم کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا اور بات ہے اور کسی حاملِ کتاب قوم کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا اور بات۔ کیونکہ کسی سے پیمانِ وفا نہ باندھ کر جفا کرنا اور پیمانِ وفا باندھ کر جفا کرنا برابر نہیں ہوتا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ اسلام میں کفر کی سزا قتل نہیں لیکن ارتداد کی سزا قتل ہے۔ یہود چونکہ حاملِ کتاب تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پیمانِ وفا باندھا تھا اس لیے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سرکشی کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی۔

اللہ تعالیٰ یہود کو جرائم کے تذکرہ میں فرماتا ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (مائدہ)

''بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھ جاتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ ان پر ذلتوں کے مسلط ہونے کا تذکرہ یوں فرماتا ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (بقرہ)

''ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی۔ اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو بلاوجہ قتل کر دیتے تھے یہ اس لیے ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے''۔

اس آیہ کریمہ سے چند باتیں بالکل واضح ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان پر ذلت و مسکنت کے مسلط ہونے اور ان پر غضب الٰہی ٹوٹنے کا سبب یہ تھا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے اور دوسری بات جو بہت ہی قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آیات الٰہی اور قتلِ انبیاء جیسے بڑے بڑے گناہ کرنے کا حوصلہ وہ اس لیے کر لیتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور احکام الٰہی کی حدود سے تجاوز کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہی سبب تھا آیات الٰہی کے انکار اور قتل انبیاء کا اور بارگاہِ الٰہی سے سرکشی ہی ذریعہ بنی ان پر اللہ کے غضب کا اور ذلت و مسکنت کا اللہ کی نافرمانی اور طغیان و

Marfat.com

سرکشی کا ایک منظر قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (بقرہ:93)

"اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طور کو تم پر کھڑا کر دیا اور (ہم نے کہا کہ جو کتاب) ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور (ہمارے حکم کو غور سے) سنو۔ تو انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی"۔

یعنی جب طور سر پر ہے تو زبان سے سَمِعْنَا کہہ رہے ہیں لیکن دل سے پھر بھی وَعَصَیْنَا کی رٹ ہی لگائے جا رہے ہیں۔

عصیان و سرکشی تو بنی اسرائیل کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی۔ وہ ہر وہ کام کرتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی تھی۔ وہ ہر اس چیز میں حظ محسوس کرتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑا جاتا تھا۔ اگرچہ اس میں ان کا کوئی فائدہ نہ بھی ہو۔ محسوس یوں ہوتا ہے وہ ہر گناہ کو کرنے میں مگن رہتے تھے جو گناہ ہوا اگرچہ وہ گناہِ بےلذت ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن کریم ان کی اس عادت کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ (بقرہ)

"اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور اس میں سے تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو حِطَّةٌ (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے تو جو قول کہنے کے لیے ان

Marfat.com

سے کہا گیا تھا اس کو ظالموں نے بدل دیا۔ پس ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ فسق کرتے تھے"۔(تبیان)

اس کی کچھ تفسیر علامہ قرطبی سے ملاحظہ ہو:

"......بنی اسرائیل چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں رہے۔ اس عرصہ میں پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ پھر حضرت یوشع بن نون نے قوم عمالقہ سے جہاد کیا۔ اور جو بنی اسرائیل زندہ بچ گئے تھے انہوں نے حضرت یوشع بن نون کا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ اور چالیس سال بعد بنی اسرائیل کو میدان تیہ سے نجات ملی۔ جب بیت المقدس میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے دروازے میں جھکتے ہوئے اور تواضع کرتے ہوئے داخل ہونا اور حِطَّةٌ (ہمارے گناہوں کو معاف فرما) کہتے ہوئے داخل ہونا مگر یہ لوگ حکم الٰہی کے خلاف سرین کے بل گھٹتے ہوئے اور حنطة یا حنطة فی شعرة (گندم یا گندم بالی میں) کہتے ہوئے داخل ہوئے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ انہیں گندم چاہیے"۔(الجامع لاحکام القرآن، جلد 1، صفحہ 46)

آپ نے ان کا طغیان و سرکشی کا ذوق ملاحظہ فرمایا۔ انہیں کہا گیا تھا حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہونا جس کا معنی تھا اے رب ہمارے گناہ معاف فرما۔ انہوں نے اس لفظ کو حنطة سے بدل دیا تھا آخر انہیں کیا ملا؟ کیا انہیں کوئی مادی مفاد مل گیا تھا۔ ایک چور جب چوری کرتا ہے تو اس نے بھی گناہ کیا لیکن چوری کرنے کے بعد اسے کچھ مال و دولت تو مل جاتا ہے۔ لیکن اس لفظ کو بدلنے سے بنی اسرائیل کو آخر کیا ملا؟ اسی طرح انہیں کہا گیا تھا کہ دروازے میں جھکتے ہوئے اور تواضع کرتے ہوئے داخل ہونا وہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ عاجزی کرتے ہوئے اور تواضع کرتے ہوئے داخل ہونا آسان تھا یا سرین کے بل گھسٹتے ہوئے۔ ظاہر ہے سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہونا مشکل تھا۔ گویا ان کی فطرت اتنی مسخ ہو چکی تھی کہ وہ ہر اس کام کو کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

نافرمانی پر مشتمل ہو اگرچہ وہ مشکل اور کٹھن ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا یہی ذوق ان کے گلے میں ذلتوں اور لعنتوں کے طوق پہنا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ کلام میں فرمایا:

فَاَنۡزَلۡنَا عَلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ۝ (بقرہ)

"ہم نے ان ظالموں پر ان کے گناہوں کے سبب آسمان سے عذاب نازل کیا"۔

سبت کی توہین کرنے میں انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا اس کی تفصیل آپ پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے۔ بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسے نافرمانی کی، وہ بھی آپ پڑھ چکے۔ کوہ طور سر پر ہے اور جذبہ عصیان و سرکشی پھر بھی سرد نہیں پڑتا۔ یہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے۔ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے اسی راستے پر چلے تو اس کا انجام یہ ہوا ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ (بقرہ: 61) کہ ان پر ذلتوں اور لعنتوں کو مسلط کر دیا گیا وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی۔

لمحہ فکریہ!

قرآن کریم نے بنی اسرائیل کا تذکرہ کسی قصہ کہانی کی طرز پر نہیں کیا۔ دراصل اس میں اہل ایمان کو ایک آئینہ دکھایا گیا ہے۔ کہ جس قوم کو ہم نے عالمین پر فضیلت دی تھی جب وہ ہماری نافرمانی کے ڈگر پر چل نکلے تو ہم نے ان سے عزت و سروری کے تمام تاج چھین لیے اور ذلتوں اور خواریوں کے سیاہ دھبے ان کی پیشانیوں پر لگا دیے۔

اس مقام پر ہم سب کو اپنا محاسبہ کرنا ہے، اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہے اور اپنے اپنے گریبان میں جھانکنا ہے کہ کہیں ہم بھی عصیان و سرکشی کی رسم تو اپنائے ہوئے نہیں؟ ہمیں یہ حقیقت کبھی اور کسی حال میں فراموش نہ کرنی چاہیے کہ بخشش اور نجات کے لیے صرف یہود کو برا سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ اس روش کو چھوڑنا بھی ضروری ہے جسے اپنا کر یہود ذلیل و خوار

Marfat.com

ہوئے۔ اگر یہود کی طرح ہم بھی عصیان و سرکشی کی راہ اپنائے رہیں تو پھر ہمیں اپنے انجام کے متعلق کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کے قوانین ہر دور میں اور ہر جگہ ایک جیسے رہے ہیں۔

آیئے ہم اپنے اعمال اور طرز زندگی کا ایک جائزہ لیں اور فیصلہ خود کریں کہ ہماری زندگیاں اہل ایمان کی طرح گزر رہی ہیں یا ہم نے بھی یہود کی طرح عصیان و سرکشی کی راہ اختیار کرلی ہے؟

نماز بندگی الٰہی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ قرآن کریم میں کم وبیش سات سو مرتبہ اس کا حکم دیا گیا اور نماز کو ہی دین کا ستون قرار دیا گیا اور حضور اکرم ﷺ نے نماز کے متعلق ہی فرمایا کہ جس نے نماز کو مستحکم کیا اس نے اپنے دین کو مستحکم کیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا اس نے اپنے دین کو ضائع کر دیا۔ ہمیں اس لمحہ بڑے ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا ہے کہ کیا ہم نماز پڑھتے ہیں؟

کیا ہم اقامت صلوٰۃ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں؟

زکوٰۃ جو مال کو صاف کرتی ہے۔ مال میں خیر و برکت کے نزول کا ذریعہ ہے۔ جس کی ادائیگی کے بغیر مال قیامت کے دن عذاب کا روپ دھارے گا۔

کیا ہم خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں؟ یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے فرار کی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں؟ کیا ہم زکوٰۃ کو چٹی یا بوجھ تو نہیں سمجھتے؟

حج جو دین کا ایک اہم اور مرکزی فریضہ ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو استطاعت کے باوجود حج نہ کرے مجھے پروا نہیں وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔ اور سیدنا فاروق اعظم فرمایا کرتے تھے جو استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا میرا جی چاہتا ہے میں اس پر جزیہ لازم کردوں وہ مسلمان نہیں ہے بخدا وہ مسلمان نہیں ہے۔ آیئے سوچیے! کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے لاکھوں روپے بینک میں محفوظ ہوں اور ہم حج کی ادائیگی سے بچنے کے لیے فرار کی راہیں تلاش کر رہے ہوں؟

Marfat.com

اگر ہم تاجر ہیں تو کیا ہم وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں یا یہود کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من غش فلیس منا"، "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے" اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

الجالب مرزوق و المحتکر ملعون

"سامان تجارت بازار میں لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے"۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 2646)

کیا ہم ملاوٹ تو نہیں کر رہے؟

کیا ہم ذخیرہ اندوزی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟

اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے کے متعلق فرمایا: کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ کہیں ہم سود تو نہیں کھا رہے؟ کہیں ہم سود خوری کر کے خدا اور رسول سے جنگ تو نہیں کر رہے؟ اور ہمیں یہ حقیقت کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ خدا اور رسول سے جنگ کرنے والا سوائے ذلیل و خوار ہونے کے اور کچھ نہیں پا سکتا۔

رزق حلال کا حصول بہت بڑی عبادت ہے اور حرام ذرائع سے روزی کما کر بچوں کو پالنا گویا انہیں دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بدن حرام کی روزی سے پرورش پائے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا (او کما قال)

ہمیں سوچنا چاہیے کہیں ہم حرام ذریعوں سے روزی کما کر اپنے بچوں کو دوزخ میں تو نہیں جھونک رہے؟

قرآن مجید میں فرمایا کہ کسی کی غیبت کرنا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔

کہیں ہم غیبت اور چغلی کا گناہ تو نہیں کر رہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من ستر عورة اخیه ستره الله عورته یوم القیامة و من

Marfat.com

كشف عورة اخيه المسلم كشف الله عورته حتى يفضحه بها فی بيته

"جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کو ڈھانک لے گا اور جو کسی مسلمان کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو ظاہر کرے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں ہی ذلیل کر دے گا"۔ (ابن ماجہ، رقم الحدیث، 2546)

ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کہیں دوسروں کو رسوا کرنے کا گناہ تو نہیں کر رہے؟
زندگی کے مختلف زاویوں سے یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں تا کہ ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کر سکیں، اپنی زندگیوں کو اس معیار اور کسوٹی پر پرکھ سکیں اور ہم خود فیصلہ کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی راہ پر چل رہے ہیں جو کہ بندہ مومن کی شان ہے یا عصیان وسرکشی کی راہ اپنائے ہوئے ہیں جو کہ یہود کا طریقہ ہے۔

یاد رہے یہود اس لیے ذلیل وخوار نہیں ہوئے کہ ان کی دو کی بجائے تین ٹانگیں ہو گئیں تھیں یا ان کی ایک کی بجائے دو زبانیں تھی انہیں ذلیل کرنی والی یہی چیزیں تھیں۔قرآن کریم نے مختلف اسالیب سے ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے تا کہ اہل ایمان ان سے دور رہیں اور ان ذلتوں سے بچیں جن سے یہود دوچار ہوئے۔

ہمیں یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ مومن کی تو شان ہی اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر لبیک کہنا ہے

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ (نور)

Marfat.com

"مومنوں کی تو شان ہی یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں"۔

ایمان تو نام ہی اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ دینے کا ہے اور جو بک گیا اسے اختیار کا ہے کا۔ سنو رب کریم فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (احزاب)

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول انہیں کوئی حکم دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہو گیا"۔

یعنی جو خدا اور رسول کے مقابلے میں اپنا بھی کچھ اختیار مانے گا وہ تو گمراہ ہو جائے گا۔

خداوند ذوالجلال اور اس کے رسول کریم ﷺ کی نافرمانی انسان کو بزدل بنادیتی ہے اور ایسے معاشرے اختلاف و انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا:

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ؕ (انفال:46)

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے، تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

قرآن کریم میں وضاحت فرمائی گئی کہ خدا اور رسول کی اطاعت ہی انسان کو حقیقی زندگی

Marfat.com

دیتی ہے ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (انفال:24)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف لا رہا ہے جو تمہیں زندگی دینے والی ہے''۔

ہمیں اہل ایمان کی اداؤں کو اپنانا ہے نہ کہ یہود کے طریقوں کو اللہ تعالیٰ بڑے واضح الفاظ میں فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ (انفال)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے''۔

ایمان کا تقاضا اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے گردن جھکانا ہے اور یہودیت کی روش عصیان و سرکشی ہے۔ ہم کس راہ کو اپنائے ہوئے ہیں، فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے

ع غور سے پڑھئے انہیں اور فیصلہ خود کیجئے

Marfat.com

بخل وحرص

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

(اقبال)

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ
مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ (نساء)

''جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

Marfat.com

یہود کی وہ مذموم صفات جس نے انہیں ذلتوں کے شکنجوں میں کسا اور جن کے سبب وہ خالق ومخلوق کی لعنتوں کے سزاوار ٹھہرے، ان میں ایک نمایاں چیز ان کا بخل بھی ہے قرآن کریم نے ان کے جرائم کے تذکرہ میں اس چیز کا ذکر بھی بڑی صراحت سے کیا ہے۔ بخل اپنے حق میں بھی ہوسکتا ہے، مخلوق کے حق میں بھی اور خالق کے حق میں بھی۔ اگر کوئی آدمی اپنی ذات پر وہ پیسہ بھی خرچ نہ کرے جو اس کی ضرورت ہے تو وہ اپنی ذات سے بخل کر رہا ہے اور اگر دولت کے معاملہ میں دوسروں کے حقوق ادا نہ کرے مثلاً بیوی بچوں کو ان کا حق بھی نہ دے تو وہ مخلوق کے ساتھ بخل ہے اور اگر جو صدقات اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں وہ انہیں ادا نہ کرے تو یہ خالق کے حق میں بخل ہے۔ اور ایک حیثیت سے یہی بخل مخلوق کے حق میں بھی ہے کیونکہ اس نے غربا اور فقرا کا حق مارا ہے۔

یہود میں بخل کا مرض اس قدر شدت اختیار کر گیا تھا کہ وہ بخل کے سبب خالق کو بھی بھول گئے تھے اور مخلوق پر ظلم کرتے تھے۔ قرآن کریم ان کے بخل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٧﴾ (نساء)

"جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں اور ہم نے نافرمانوں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

امام جلال الدین سیوطی اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

من العلم و المال و هم اليهود و خبر المبتدا لهم وعيد شديد (تفسیر جلالین، صفحہ 76)

"کہ اللہ نے انہیں جو علم اور مال عطا فرمایا ہے وہ اسے چھپاتے ہیں اس سے مراد یہود ہیں۔ اور مبتدا کی خبر میں ان کے لیے بہت سخت وعید ہے"۔

Marfat.com

یہود کے بخل نے انہیں دو چیزیں چھپانے کا مجرم بنا دیا تھا: ایک علم اور دوسرا مال۔ علم کا چھپانا یہ تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو آپ کی مکمل نشانیوں سے پہچانتے تھے جس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن انہوں نے سوچا کہ اگر ہم نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کو مان لیا تو ہمارے یہ سودی کاروبار بند ہو جائیں گے اور ہمیں لوگوں سے جو بھاری نذرانے ملتے ہیں وہ نہیں ملیں گے۔ بلکہ ہمیں تو اپنی یہ جمع شدہ دولت بھی اس کے اصل مستحقین کو لوٹانی ہو گی اور حلال کمائی پر بھی صدقہ و خیرات دینے پڑیں گے۔ دولت کی اسی محبت نے انہیں حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے سے محروم رکھا اور وہ اس علم کو چھپانے کے مجرم بن گئے جو اللہ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔

اور وہ مال کو بھی چھپاتے تھے یعنی جو مال ان کے پاس تھا اسے اپنے بدنوں پر ظاہر نہیں کرتے تھے ایک حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس نے بندے کو جو مال عطا فرمایا ہے اس کا اثر اس کے بدن پر نمایاں ہو (او کما قال علیہ السلام)

اور یہود کے بخل نے انہیں دونوں نعمتوں کو چھپانے کا مجرم دیا۔ جب ایک بخیل آدمی پر بخل کا جنون پوری شدت سے سوار ہو جاتا ہے تو پھر وہ خود تو بخل کرتا ہی ہے دوسروں کو بھی بتاتا رہتا ہے کہ اپنا پیسہ غرباء و مساکین پر خرچ نہ کرتے رہا کرو، غریب ہو جاؤ گے۔ یہود خود تو بخل کے رسیا تھے ہی وہ اہل ایمان کو بھی بخل کی ترغیب دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ اسی مقام پر تفسیر جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ "رفاعہ بن زید، حیی بن اخطب اور کردم بن زید وغیرھم اکابرین یہود انصار سے کہا کرتے تھے کہ اپنے مالوں کو خرچ نہ کرو ہمیں خطرہ ہے کہ تم غریب نہ ہو جاؤ اور تم نہیں جانتے کہ پھر تمہیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

اس آیت کریمہ میں یہود کے اسی بخل اور اس کے انجام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔
قرآن کریم یہود کے حد سے بڑھے ہوئے بخل کو ایک مقام پر یوں بیان کرتا ہے:

Marfat.com

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ (نساء)

"کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے اگر یہ ہو تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے"۔

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ هذا استفهام انكار اى ليس لهم نصيب من الملك ثم وصفهم بالبخل فقال فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا اى لانهم لو كان لهم نصيب فى الملك و التصرف لما اعطوا احدا من الناس و لا سيما محمدا صلى الله عليه وسلم شيئا و لا ما يملأ النقير و هو النقطة التى فى النواة (تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 486)

"اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (کیا ان کا بادشاہی میں کوئی حصہ ہے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی ان کا بادشاہی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر ان کے بخل کو بیان فرمایا اور فرمایا: فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا۔ یعنی اگر ان کا بادشاہی اور تصرف میں کوئی حصہ ہوتا تو وہ کسی کو بھی خصوصاً حضرت محمد ﷺ کو کوئی چیز نہ دیتے اور کسی کو اتنا بھی نہ دیتے جس سے کھجور کی گٹھلی کا سوراخ بھر جائے"۔

بخل و حرص کی یہی وہ انتہا کو پہنچی ہوئی سوچ تھی جس نے انہیں خود ساختہ "عقائد" بنانے پر بھی مجبور کر دیا تھا اور وہ مال و زر کی اس ہوس کو بھی مذہبی رنگ دیکر جائز قرار دے دیتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی اس فکر کا ایک مظہر یوں بیان فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ (آل عمران)

"اور ان میں سے کوئی ایسا ہے اگر تم ان کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو تو وہ

Marfat.com

تمہیں ادا نہ کرے گا الا یہ کہ تم اس کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اہل کتاب کے (مال ہڑپ کرنے کے) بارے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں"۔

یعنی انہوں نے جو یہ نظریہ بنالیا تھا کہ غیر یہودیوں کا مال ہڑپ کرنا ہمارے لیے جائز ہے انہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا وہ بھی اس بات کو بخوبی جانتے ہیں۔ ان کی بخیل و حریص طبیعتوں نے انہیں اللہ پر یہ جھوٹ باندھنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اسی بخل کے سبب وہ اتنے گر گئے کہ پیسوں کے بدلے اللہ کے احکام کو بدلنے لگے اور اللہ کی آیات کو بیچنے لگے اللہ رب العزت نے انہیں اس فعل شنیع پر ڈانٹا اور فرمایا:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؗ وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿﴾ (بقرہ)

"اور میری آیات کو تھوڑی قیمت پر نہ بیچو اور مجھ سے ہی ڈرو"۔

دیکھیں بخل و حرص کے سبب وہ کیسے کیسے گناہوں میں الجھتے چلے گئے۔

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے جو اپنی نصرت و حمایت کا وعدہ کیا تھا وہ اسی شرط سے مشروط تھا کہ تم نے راہِ خدا میں مال بھی لٹانا ہے اور جب بخل و حرص کے سبب وہ اس وعدے کا ایفاء نہ کر سکے تو انہیں لعنتوں کے طوق پہنا دیے گئے۔ اللہ رب العزت اس تاریخی دستاویز کو لوگوں کی عبرت و موعظت کے لیے یوں بیان فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً (مائدہ)

"اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کر دیے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے، زکوۃ ادا کرو گے، میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسن دو گے تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی پس تم میں سے جو شخص اس کے بعد انکار کرے گا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ پس ان کی عہد شکنی کے سبب ہم نے ان پر لعنت فرمائی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا"۔

اس میثاق میں ایک چیز بالکل واضح ہے کہ انہیں زکوۃ دینے کا حکم دیا گیا اور اللہ کو قرض حسن دینے کا۔ یہاں زکوۃ تو صدقات واجبہ کو کہا گیا اور اللہ کو قرض حسن دینا صدقات نافلہ کو کہا گیا۔

و المراد بالزکوۃ الواجبة و بالقرض هنا الصدقة و خصها بالذکر تنبیها علی شرفها (حاشیہ جلالین، ص96)

"یہاں زکوۃ سے مراد صدقات واجبہ ہیں اور قرض حسن سے مراد عام صدقہ ہے اس کا تذکرہ اس کے شرف کے سبب کیا گیا ہے"۔

لیکن جب بنی اسرائیل اس عہد کو توڑنے لگے یعنی اقامت صلوۃ کی جگہ نمازیں ضائع کرنے لگے، رسولوں پر ایمان لانے کی بجائے ان کے قتل کے درپے ہوئے، زکوۃ و صدقات کی جگہ بخل و حرص کے مجسمے بن گئے اور ہر حلال و حرام طریقے سے مال سمیٹنے کے چکروں میں الجھ گئے تو نہ صرف نصرت الٰہی سے محروم ہو گئے بلکہ ان کے گلے میں لعنتوں کے طوق پہنا دیے گئے اور وہ رقتِ قلبی کی نعمت سے محروم کر دیے گئے۔

لمحہ فکریہ!

یہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہے، اپنی زندگیوں کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھنا ہے اور ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ہم بھی یہود والی صفات تو نہیں اپنائے ہوئے؟

Marfat.com

کہیں ہم بھی بخل وحرص کے خوگر تو نہیں بنتے جا رہے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے پاس دولت تو ہو لیکن ہم اسے اپنی جائز ضرورتوں پر بھی خرچ نہ کرتے ہوں؟ ہمیں یہ حقیقت کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ بخل حکم الٰہی کے مطابق خرچ نہ کرنے کا نام ہے فضول خرچی نہ صرف یہ کہ بخیل ہونے کے مانع نہیں یہ بھی بخل کی طرح ہی ممنوع اور حرام ہے۔

ہمیں سوچنا ہے کہ ایسا تو نہیں کہ ہمارے پاس خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہو لیکن ہم بخل کے سبب صدقات وخیرات سے ہاتھ کھینچتے ہوں اور زکوٰۃ بھی اس خوف سے نہ دیتے ہوں کہ ہم غریب نہ ہو جائیں! اگر ایسا ہے تو ہمیں اپنے سچے اور عظیم رب کا یہ فرمان کبھی نہ بھولنا چاہیے۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾ (بقرہ)

"شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بخل کرنے کو کہتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔

جس بندے کا بخل اسے حرام خوری پر مجبور کر دے، اسے صدقات سے محروم کر دے، اسے زکوٰۃ دینے کے شرف سے روک دے۔ وہ یقین جانے کہ وہی مال اس کے لیے ذلتوں اور تباہیوں کا باعث بنے گا۔ وہ اپنا بھلا نہیں کر رہا برا کر رہا ہے، اپنی جان سے انصاف نہیں کر رہا اس پر ظلم توڑ رہا ہے۔ سنو! رب قدیر فرماتا ہے:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۸۰﴾

"جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے بخل کرتے ہیں وہ

Marfat.com

اسے اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے۔ جس چیز میں وہ بخل کر رہے ہیں اس کا قیامت کے دن انہیں طوق پہنایا جائے گا۔ اور اللہ ہی زمین و آسمان کا وارث ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے"۔ (آل عمران)

اور تعجب ہے اس شخص پر جو قرآن کریم میں یہ آیت پڑھتا ہے اور پھر بھی زکوٰۃ نہیں دیتا بلکہ بخل کی رسیوں میں جکڑا رہتا ہے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ (توبہ)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ اس دن اس مال پر دوزخ کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور انہیں کہا جائے گا) یہی ہے وہ جسے تم نے اپنے واسطے جمع کیا تھا پس اب چکھو جو تم جمع کرتے رہے"۔

ہمیں سوچنا ہے کہ ہم مال کی محبت میں زکوٰۃ و صدقات کے شرف سے محروم تو نہیں ہو گئے؟

اگر کبھی بخل کی خصلت دل میں جگہ پکڑنے لگے تو ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا:

لا یجتمع غبار فی سبیل اللہ و دخان جھنم فی جوف عبد ابدا فلا یجتمع شح و ایمان فی قلب عبد ابدا

Marfat.com

"کسی انسان کے پیٹ میں جہنم کا دھواں اور راہ جہاد کا غبار کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے اور کسی انسان کے دل میں بخل اور ایمان کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے"۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 4587 نقلا الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 3835)

اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم

"بخل سے بچو کیونکہ پہلی قومیں بخل کے سبب ہی ہلاک ہوئیں"۔

(الترغیب والترہیب رقم الحدیث 3831)

پہلی قومیں بخل سے ہلاک ہوئی۔ یہود کے ذلتوں میں گرفتار ہونے کا ایک مرکزی سبب بخل تھا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم بخل تو نہیں کر رہے۔ کیا بخل ہمیں حقوق العباد کی ادائیگی سے تو نہیں روک رہا؟

کیا بخل دین کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں حصہ ڈالنے سے تو نہیں روک رہا؟

کیا بخل راہِ جہاد میں شراکت سے تو مانع نہیں ہو رہا؟

کیا ہم بخل کے سبب کسی حق کو تو نہیں چھپا رہے؟

بخل یہود کی روش ہے اور جود وسخا مومن کی شان اور جنت کا راستہ ہے۔ ہم کس پر گامزن ہیں؟ فیصلہ ہمیں خود ہی کرنا ہے۔

ہمیں یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ ہم اس نبی کے نام لیوا اور امتی ہیں جن کے در سے کبھی کوئی سائل خالی نہ جاتا تھا۔ جو لوگوں سے قرض لے کر بھی سائل کی جھولی بھر دیا کرتے تھے۔

اگر ہم یہود والی روش بخل وحرص کو اپناتے رہے تو کل اس جواد و کریم نبی ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے!

ہم مسلمان ہیں الحمدللہ ثم الحمدللہ یہودی نہیں دیکھیں کہیں ہمارے کسی عمل سے اسلام کی طرف انگلی نہ اٹھ جائے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

Marfat.com

سودخوری و مال حرام

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظر روز مکافات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

Marfat.com

وَ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

"اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں"۔(نساء:161)

Marfat.com

اگر ہم تاجر ہیں تو کیا ہم وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں یا یہود کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من غش فلیس منا"، "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے" اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

الجالب مرزوق و المحتکر ملعون

"سامان تجارت بازار میں لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے"۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 2646)

کیا ہم ملاوٹ تو نہیں کر رہے؟

کیا ہم ذخیرہ اندوزی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟

اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے کے متعلق فرمایا: کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ کہیں ہم سود تو نہیں کھا رہے؟ کہیں ہم سود خوری کر کے خدا اور رسول سے جنگ تو نہیں کر رہے؟ اور ہمیں یہ حقیقت کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ خدا اور رسول سے جنگ کرنے والا سوائے ذلیل و خوار ہونے کے اور کچھ نہیں پا سکتا۔

رزق حلال کا حصول بہت بڑی عبادت ہے اور حرام ذرائع سے روزی کما کر بچوں کو پالنا گویا انہیں دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بدن حرام کی روزی سے پرورش پائے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا (او کما قال)

ہمیں سوچنا چاہیے کہیں ہم حرام ذریعوں سے روزی کما کر اپنے بچوں کو دوزخ میں تو نہیں جھونک رہے؟

قرآن مجید میں فرمایا کہ کسی کی غیبت کرنا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔

کہیں ہم غیبت اور چغلی کا گناہ تو نہیں کر رہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من ستر عورۃ اخیہ سترہ اللہ عورتہ یوم القیامۃ و من

Marfat.com

كشف عورة اخيه المسلم كشف الله عورته حتى يفضحه بها في بيته

"جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کو ڈھانک لے گا اور جو کسی مسلمان کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو ظاہر کرے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں ہی ذلیل کر دے گا"۔ (ابن ماجہ، رقم الحدیث، 2546)

ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کہیں دوسروں کو رسوا کرنے کا گناہ تو نہیں کر رہے؟

زندگی کے مختلف زاویوں سے یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں تاکہ ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کر سکیں، اپنی زندگیوں کو اس معیار اور کسوٹی پر پرکھ سکیں اور ہم خود فیصلہ کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی راہ پر چل رہے ہیں جو کہ بندہ مومن کی شان ہے یا عصیان و سرکشی کی راہ اپنائے ہوئے ہیں جو کہ یہود کا طریقہ ہے۔

یاد رہے یہود اس لیے ذلیل وخوار نہیں ہوئے کہ ان کی دو کی بجائے تین ٹانگیں ہو گئیں تھیں یا ان کی ایک کی بجائے دو زبانیں تھی انہیں ذلیل کرنی والی یہی چیزیں تھیں۔ قرآن کریم نے مختلف اسالیب سے ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے تاکہ اہل ایمان ان سے دور رہیں اور ان ذلتوں سے بچیں جن سے یہود دوچار ہوئے۔

ہمیں یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ مومن کی تو شان ہی اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر لبیک کہنا ہے

ارشاد ربانی ہے:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ (نور)

Marfat.com

"مومنوں کی تو شان ہی یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں"۔

ایمان تو نام ہی اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ دینے کا ہے اور جو بک گیا اسے اختیار کا ہے کا۔ سنو رب کریم فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞ (احزاب)

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول انہیں کوئی حکم دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہو گیا"۔

یعنی جو خدا اور رسول کے مقابلے میں اپنا بھی کچھ اختیار مانے گا وہ تو گمراہ ہو جائے گا۔
خداوند ذوالجلال اور اس کے رسول کریم ﷺ کی نافرمانی انسان کو بزدل بنا دیتی ہے اور ایسے معاشرے اختلاف و انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ (انفال:46)

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے، تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

قرآن کریم میں وضاحت فرمائی گئی کہ خدا اور رسول کی اطاعت ہی انسان کو حقیقی زندگی

Marfat.com

دیتی ہے ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (انفال:24)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف لا رہا ہے جو تمہیں زندگی دینے والی ہے"۔

ہمیں اہل ایمان کی اداؤں کو اپنانا ہے نہ کہ یہود کے طریقوں کو اللہ تعالیٰ بڑے واضح الفاظ میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝۲۰ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝۲۱ (انفال)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے"۔

ایمان کا تقاضا اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے گردن جھکانا ہے اور یہودیت کی روش عصیان و سرکشی ہے۔ ہم کس راہ کو اپنائے ہوئے ہیں، فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے

ع غور سے پڑھئے انہیں اور فیصلہ خود کیجئے

Marfat.com

بخل وحرص

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

(اقبال)

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ (نساء)

"جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

Marfat.com

یہود کی وہ مذموم صفات جس نے انہیں ذلتوں کے شکنجوں میں کسا اور جن کے سبب وہ خالق و مخلوق کی لعنتوں کے سزاوار ٹھہرے، ان میں ایک نمایاں چیز ان کا بخل بھی ہے قرآن کریم نے ان کے جرائم کے تذکرہ میں اس چیز کا ذکر بھی بڑی صراحت سے کیا ہے۔ بخل اپنے حق میں بھی ہو سکتا ہے، مخلوق کے حق میں بھی اور خالق کے حق میں بھی۔ اگر کوئی آدمی اپنی ذات پر وہ پیسہ بھی خرچ نہ کرے جو اس کی ضرورت ہے تو وہ اپنی ذات سے بخل کر رہا ہے اور اگر دولت کے معاملہ میں دوسروں کے حقوق ادا نہ کرے مثلاً بیوی بچوں کو ان کا حق بھی نہ دے تو وہ مخلوق کے ساتھ بخل ہے اور اگر جو صدقات اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں وہ انہیں ادا نہ کرے تو یہ خالق کے حق میں بخل ہے۔ اور ایک حیثیت سے یہی بخل مخلوق کے حق میں بھی ہے کیونکہ اس نے غربا اور فقرا کا حق مارا ہے۔

یہود میں بخل کا مرض اس قدر شدت اختیار کر گیا تھا کہ وہ بخل کے سبب خالق کو بھی بھول گئے تھے اور مخلوق پر ظلم کرتے تھے۔ قرآن کریم ان کے بخل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٧﴾ (نساء)

"جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں اور ہم نے نافرمانوں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

امام جلال الدین سیوطی اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

من العلم و المال و هم اليهود و خبر المبتدا لهم وعيد شديد (تفسیر جلالین، صفحہ 76)

"کہ اللہ نے انہیں جو علم اور مال عطا فرمایا ہے وہ اسے چھپاتے ہیں اس سے مراد یہود ہیں۔ اور مبتدا کی خبر میں ان کے لیے بہت سخت وعید ہے"۔

Marfat.com

یہود کے بخل نے انہیں دو چیزیں چھپانے کا مجرم بنا دیا تھا: ایک علم اور دوسرا مال۔ علم کا چھپانا یہ تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو آپ کی مکمل نشانیوں سے پہچانتے تھے جس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن انہوں نے سوچا کہ اگر ہم نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کو مان لیا تو ہمارے یہ سودی کاروبار بند ہو جائیں گے اور ہمیں لوگوں سے جو بھاری نذرانے ملتے ہیں وہ نہیں ملیں گے۔ بلکہ ہمیں تو اپنی یہ جمع شدہ دولت بھی اس کے اصل مستحقین کو لوٹانی ہو گی اور حلال کمائی پر بھی صدقہ و خیرات دینے پڑیں گے۔ دولت کی اسی محبت نے انہیں حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے سے محروم رکھا اور وہ اس علم کو چھپانے کے مجرم بن گئے جو اللہ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔

اور وہ مال کو بھی چھپاتے تھے یعنی جو مال ان کے پاس تھا اسے اپنے بدنوں پر ظاہر نہیں کرتے تھے ایک حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس نے بندے کو جو مال عطا فرمایا ہے اس کا اثر اس کے بدن پر نمایاں ہو (او کما قال علیه السلام)

اور یہود کے بخل نے انہیں دونوں نعمتوں کو چھپانے کا مجرم دیا۔ جب ایک بخیل آدمی پر بخل کا جنون پوری شدت سے سوار ہو جاتا ہے تو پھر وہ خود تو بخل کرتا ہی ہے دوسروں کو بھی بتاتا رہتا ہے کہ اپنا پیسہ غرباء و مساکین پر خرچ نہ کرتے رہا کرو، غریب ہو جاؤ گے۔ یہود خود تو بخل کے رسیا تھے ہی وہ اہل ایمان کو بھی بخل کی ترغیب دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ اسی مقام پر تفسیر جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ ''رفاعہ بن زید، حیی بن اخطب اور کردم بن زید وغیرھم اکابرین یہود انصار سے کہا کرتے تھے کہ اپنے مالوں کو خرچ نہ کرو ہمیں خطرہ ہے کہ تم غریب نہ ہو جاؤ اور تم نہیں جانتے کہ پھر تمہیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا''۔

اس آیت کریمہ میں یہود کے اسی بخل اور اس کے انجام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔
قرآن کریم یہود کے حد سے بڑھے ہوئے بخل کو ایک مقام پر یوں بیان کرتا ہے:

Marfat.com

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (نساء)

"کیاان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے اگر یہ ہوتو یہ لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے"۔

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ هذا استفهام انكار اى ليس لهم نصيب من الملک ثم و صفهم بالبخل فقال فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا اى لانهم لوكان لهم نصيب في الملک و التصرف لما اعطوا احدا من الناس و لا سيما محمدا صلى الله عليه وسلم شيئا و لا ما يملأ النقير و هو النقطة التى فى النواة (تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 486)

"اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (کیا ان کا بادشاہی میں کوئی حصہ ہے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی ان کا بادشاہی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھران کے بخل کو بیان فرمایا اور فرمایا: فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا۔ یعنی اگر ان کا بادشاہی اور تصرف میں کوئی حصہ ہوتا تو وہ کسی کو بھی خصوصاً حضرت محمد ﷺ کو کوئی چیز نہ دیتے اور کسی کو اتنا بھی نہ دیتے جس سے کھجور کی گٹھلی کا سوراخ بھر جائے"۔

بخل وحرص کی یہی وہ انتہا کو پہنچی ہوئی سوچ تھی جس نے انہیں خود ساختہ "عقائد" بنانے پر بھی مجبور کر دیا تھا اور وہ مال وزر کی اس ہوس کو بھی مذہبی رنگ دیکر جائز قرار دے دیتے تھے۔قرآن کریم نے ان کی اس فکر کا ایک مظہر یوں بیان فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران)

"اوران میں سے کوئی ایسا ہے اگر تم ان کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو تو وہ

Marfat.com

تمہیں ادا نہ کرے گا الا یہ کہ تم اس کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اہل کتاب کے (مال ہڑپ کرنے کے) بارے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں"۔

یعنی انہوں نے جو یہ نظریہ بنا لیا تھا کہ غیر یہودیوں کا مال ہڑپ کرنا ہمارے لیے جائز ہے انہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا وہ بھی اس بات کو بخوبی جانتے ہیں۔ ان کی بخیل و حریص طبیعتوں نے انہیں اللہ پر یہ جھوٹ باندھنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اسی بخل کے سبب وہ اتنے گر گئے کہ پیسوں کے بدلے اللہ کے احکام کو بدلنے لگے اور اللہ کی آیات کو بیچنے لگے اللہ رب العزت نے انہیں اس فعل شنیع پر ڈانٹا اور فرمایا:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ (بقرہ)

"اور میری آیات کو تھوڑی قیمت پر نہ بیچو اور مجھ سے ہی ڈرو"۔

دیکھیں بخل و حرص کے سبب وہ کیسے کیسے گناہوں میں الجھتے چلے گئے۔

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے جو اپنی نصرت و حمایت کا وعدہ کیا تھا وہ اسی شرط سے مشروط تھا کہ تم نے راہِ خدا میں مال بھی لٹانا ہے اور جب بخل و حرص کے سبب وہ اس وعدے کا ایفاء نہ کر سکے تو انہیں لعنتوں کے طوق پہنا دیے گئے۔ اللہ رب العزت اس تاریخی دستاویز کو لوگوں کی عبرت و موعظت کے لیے یوں بیان فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً (مائدہ)

"اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کر دیے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے، زکوۃ ادا کرو گے، میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسن دو گے تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی پس تم میں سے جو شخص اس کے بعد انکار کرے گا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ پس ان کی عہد شکنی کے سبب ہم نے ان پر لعنت فرمائی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا"۔

اس میثاق میں ایک چیز بالکل واضح ہے کہ انہیں زکوۃ دینے کا حکم دیا گیا اور اللہ کو قرض حسن دینے کا۔ یہاں زکوٰۃ تو صدقات واجبہ کو کہا گیا اور اللہ کو قرض حسن دینا صدقات نافلہ کو کہا گیا۔

و المراد بالزکوۃ الواجبة و بالقرض هنا الصدقة و خصها بالذکر تنبیها علی شرفها (حاشیہ جلالین، ص96)

"یہاں زکوٰۃ سے مراد صدقات واجبہ ہیں اور قرض حسن سے مراد عام صدقہ ہے اس کا تذکرہ اس کے شرف کے سبب کیا گیا ہے"۔

لیکن جب بنی اسرائیل اس عہد کو توڑنے لگے یعنی اقامت صلوٰۃ کی جگہ نمازیں ضائع کرنے لگے، رسولوں پر ایمان لانے کی بجائے ان کے قتل کے درپے ہوئے، زکوٰۃ و صدقات کی جگہ بخل و حرص کے مجسمے بن گئے اور ہر حلال و حرام طریقے سے مال سمیٹنے کے چکروں میں الجھ گئے تو نہ صرف نصرت الٰہی سے محروم ہو گئے بلکہ ان کے گلے میں لعنتوں کے طوق پہنا دیے گئے اور وہ رقتِ قلبی کی نعمت سے محروم کر دیے گئے۔

لمحہ فکریہ!

یہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہے، اپنی زندگیوں کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھنا ہے اور ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ہم بھی یہود والی صفات تو نہیں اپنائے ہوئے؟

Marfat.com

کہیں ہم بھی بخل وحرص کے خوگر تو نہیں بنتے جا رہے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے پاس دولت تو ہو لیکن ہم اسے اپنی جائز ضرورتوں پر بھی خرچ نہ کرتے ہوں؟ ہمیں یہ حقیقت کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ بخل حکم الٰہی کے مطابق خرچ نہ کرنے کا نام ہے فضول خرچی نہ صرف یہ کہ بخیل ہونے کے مانع نہیں یہ بھی بخل کی طرح ہی ممنوع اور حرام ہے۔

ہمیں سوچنا ہے کہ ایسا تو نہیں کہ ہمارے پاس خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہو لیکن ہم بخل کے سبب صدقات وخیرات سے ہاتھ کھینچتے ہوں اور زکوٰۃ بھی اس خوف سے نہ دیتے ہوں کہ ہم غریب نہ ہو جائیں! اگر ایسا ہے تو ہمیں اپنے سچے اور عظیم رب کا یہ فرمان کبھی نہ بھولنا چاہیے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ (بقرہ)

"شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بخل کرنے کو کہتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔

جس بندے کا بخل اسے حرام خوری پر مجبور کر دے، اسے صدقات سے محروم کر دے، اسے زکوٰۃ دینے کے شرف سے روک دے۔ وہ یقین جانے کہ وہی مال اس کے لیے ذلتوں اور تباہیوں کا باعث بنے گا۔ وہ اپنا بھلا نہیں کر رہا برا کر رہا ہے، اپنی جان سے انصاف نہیں کر رہا اس پر ظلم توڑ رہا ہے۔ سنو! رب قدیر فرماتا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

"جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے بخل کرتے ہیں وہ

Marfat.com

اسے اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے جس چیز میں وہ بخل کر رہے ہیں اس کا قیامت کے دن انہیں طوق پہنایا جائے گا۔ اور اللہ ہی زمین و آسمان کا وارث ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے"۔ (آل عمران)

اور تعجب ہے اس شخص پر جو قرآن کریم میں یہ آیت پڑھتا ہے اور پھر بھی زکوٰۃ نہیں دیتا بلکہ بخل کی رسیوں میں جکڑا رہتا ہے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (توبہ)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ اس دن اس مال پر دوزخ کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور انہیں کہا جائے گا) یہی ہے وہ جسے تم نے اپنے واسطے جمع کیا تھا پس اب چکھو جو تم جمع کرتے رہے"۔

ہمیں سوچنا ہے کہ ہم مال کی محبت میں زکوٰۃ و صدقات کے شرف سے محروم تو نہیں ہو گئے؟

اگر کبھی بخل کی خصلت دل میں جگہ پکڑنے لگے تو ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا:

لا یجتمع غبار فی سبیل اللہ و دخان جهنم فی جوف عبد ابدا فلا یجتمع شح و ایمان فی قلب عبد ابدا

Marfat.com

''کسی انسان کے پیٹ میں جہنم کا دھواں اور راہ جہاد کا غبار کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے اور کسی انسان کے دل میں بخل اور ایمان کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے''۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 4587 نقلا الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 3835)

اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکم

''بخل سے بچو کیونکہ پہلی قومیں بخل کے سبب ہی ہلاک ہوئیں''۔

(الترغیب والترہیب رقم الحدیث 3831)

پہلی قومیں بخل سے ہلاک ہوئی۔ یہود کے ذلتوں میں گرفتار ہونے کا ایک مرکزی سبب بخل تھا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم بخل تو نہیں کر رہے۔ کیا بخل ہمیں حقوق العباد کی ادائیگی سے تو نہیں روک رہا؟

کیا بخل دین کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں حصہ ڈالنے سے تو نہیں روک رہا؟

کیا بخل راہِ جہاد میں شراکت سے تو مانع نہیں ہو رہا؟

کیا ہم بخل کے سبب کسی حق کو تو نہیں چھپا رہے؟

بخل یہود کی روش ہے اور جود وسخا مومن کی شان اور جنت کا راستہ ہے۔ ہم کس پر گامزن ہیں؟ فیصلہ ہمیں خود ہی کرنا ہے۔

ہمیں یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہیے کہ ہم اس نبی کے نام لیوا اور امتی ہیں جن کے در سے کبھی کوئی سائل خالی نہ جاتا تھا۔ جو لوگوں سے قرض لے کر بھی سائل کی جھولی بھر دیا کرتے تھے۔

اگر ہم یہود والی روش بخل و حرص کو اپناتے رہے تو کل اس جواد و کریم نبی ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے!

ہم مسلمان ہیں الحمدللہ ثم الحمدللہ یہودی نہیں دیکھیں کہیں ہمارے کسی عمل سے اسلام کی طرف انگلی نہ اٹھ جائے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

Marfat.com

سودخوری و مال حرام

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظر روز مکافات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

Marfat.com

وَ اَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَ اَکۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ

"اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں"۔(نساء:161)

Marfat.com

اگر انسان کی روزی حلال نہ رہے تو اس کے دل سے تقویٰ کا نور چھن جاتا ہے اور وہ گناہوں پر بے باک اور جری ہو جاتا ہے۔ جب کہ رزق حلال کا اہتمام انسان کے دل میں معرفت الٰہی کا نور پیدا کرتا ہے اور انسان کو وہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جس کے ساتھ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل دیکھتا ہے۔ وہ گناہ سے ڈرتا اور نیکی کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

یہود کے دلوں کے سیاہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ سود کھاتے تھے اور ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دولت سمیٹنے کے چکر میں رہتے تھے اور سود خوری میں تو وہ اس قدر آگے بڑھ گئے تھے اور بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے دنیا کو سودی شکنجے میں کس دیا ہے۔ اب تو سود اور یہود آپس میں لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید سود یہودی مذہب کا کوئی رکن ہو۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل یہودی مذہب میں سود کی صریح الفاظ میں ممانعت ہے تورات میں صراحت سے یہ الفاظ موجود ہیں:

''اگر تو میرے لوگوں میں کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو، قرض دے۔ تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔ اگر تو کسی وقت اپنے ہمسائے کے کپڑے گروی رکھ بھی لے تو سورج کے ڈوبنے تک اس کو واپس کر دینا کیونکہ وہی ایک اس کا اوڑھنا ہے، اس کے جسم کا وہی لباس ہے۔ پھر وہ کیا اوڑھ کر سوئے گا۔ پس جب وہ فریاد کرے گا تو میں اس کی سنوں گا کیونکہ میں مہربان ہوں''۔ (خروج باب 22، 25 تا 27)

اس کے باوجود یہ قوم نہ صرف سود خوری کی عادی بنتی گئی بلکہ پوری دنیا کو سودی شکنجے میں جکڑتی گئی۔ یعنی یہ قوم سود خور بھی ہے اور سود کو رواج دینے والی بھی۔

اللہ رب العزت نے ان کے اس جرم کا تذکرہ یوں فرمایا:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

Marfat.com

مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا۝۱۶۱ (نساء)

"پس ان یہودی بن جانے والوں کے ظلم کے سبب اور اس وجہ سے کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور سود لیتے تھے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے تھے ہم نے بہت سی وہ پاکیزہ چیزیں بھی ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں۔ اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

قرآن کریم ایک اور مقام پر ان کی حرام خوری کو یوں بیان فرماتا ہے:

وَ تَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ اَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ‌ؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۝۶۲ (مائدہ)

"آپ ان میں سے اکثر کو گناہ، زیادتی اور حرام خوری میں بڑے تیز رفتار دیکھتے ہیں بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں"۔

ان آیات طیبات سے یہود کے درج ذیل جرائم ثابت ہوتے ہیں:

وہ دوسروں کو راہِ خدا سے روکتے تھے۔

سود کھاتے تھے۔

لوگوں کے مال باطل طریقے سے ہڑپ کر جاتے تھے۔

یہی جرائم ان کے لیے ذلتوں کا سبب بنے۔

لمحہ فکریہ!

اس مقام پر ہمیں اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ہم بھی یہی جرائم تو نہیں اپناتے جا رہے۔ راہِ خدا سے روکنا بہت بڑا جرم ہے۔ ایک حدیث پاک کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو انسان کسی انسان کو کسی برائی پر لگا دیتا ہے تو جب تک وہ برائی کرتا رہتا ہے جتنا گناہ اس برائی کے مرتکب کو ملتا ہے اتنا ہی گناہ اسے برائی پر لگانے والے کو بھی ملتا رہتا ہے اور اگر کوئی انسان کسی کو نیکی پر لگا دیتا ہے تو جب تک وہ نیکی کرتا رہتا

Marfat.com

ہے تو جتنا ثواب نیکی کرنے والے کو ملتا ہے اتنا ہی ثواب اس نیکی پر لگانے والے کو بھی ملتا رہتا ہے۔

ہم دوسروں کو نیکی کی طرف بلا رہے ہیں یا گناہ کی طرف؟ فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم دوسروں کو مثلاً اپنے بچوں، دوستوں اور دیگر عزیز واقارب کو کسی ایسے کام میں لگا رہے ہوں جو انہیں راہِ خدا سے دور کرنے والا ہو۔ ہمارا پیسہ کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ معاشرہ میں فحاشی وعریانی پھیلا کر یادِ خدا سے غافل کرنے کے لیے یا لوگوں کو راہِ خدا کی طرف بلاتے ہوئے کسی بھی طریقے سے لوگوں کو راہِ خدا سے دور کرنا صد عن سبیل اللہ ہے اور یہ یہودیوں کا طریقہ ہے جس نے انہیں دونوں جہانوں میں ذلیل وخوار کیا ہے۔

یہودیوں کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ سود کھاتے تھے۔ ہم نے سوچنا ہے کہ کہیں ہم سود تو نہیں کھا رہے؟ کہیں ہماری روزی میں سود تو شامل نہیں؟ کہیں ہم مال کی محبت میں سود خور تو نہیں بنتے جا رہے؟۔ اگر خدانخواستہ کوئی ایسی بات ہے تو ہمیں اپنے عظیم وجلیل رب کا یہ فرمان کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ سود خوری اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے وہ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ
وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور حرمتِ سود سے پہلے باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔ اگر تم مومن ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑائی کے لیے خبردار ہو جاؤ۔ اگر تم توبہ کر لو تو تم اصل رقم کے حقدار ہو۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے"۔ (بقرہ)

قیامت کے دن سود خور پاگلوں کی طرح اٹھے گا۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي

Marfat.com

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (بقرہ:275)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں نہ اٹھیں گے مگر اس شخص کی مانند جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو"۔

اگر کبھی سود خوری کا جذبہ دل میں انگڑائی لے تو ہمیں اپنے پیارے آقا ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اربع حق على الله ان لا يدخلهم الجنة و لا يذيقهم نعيمها مدمن الخمر و اكل الربا و اكل مال اليتيم بغير حق و العاق لوالديه رواه حاكم (37/2) عن ابراهيم عن خيثم بن عراك و هو رواه عن ابيه عن جده عن ابى هريرة و قال صحيح الاسناد

(الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 2758)

"چار بندے ایسے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ہی انہیں اس کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائے۔ شراب میں مدہوش رہنے والا، سود کھانے والا، بغیر حق کے یتیم کا مال کھانے والا اور اپنے والدین کا نافرمان"۔

ہمیں سوچنا ہے کہ کیا ہم جنت میں داخل ہونے کے طلبگار نہیں ہیں؟ کیا ہم جنت کی نعمتوں کے خواہش مند نہیں ہیں۔ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو ہم سود خوری کو اس اعلیٰ مقصد کے حصول میں رکاوٹ کیوں بنائیں؟

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان گرامی بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربا و موكله و كاتبه و شاهديه و قال هم سواء

Marfat.com

"حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، سودی معاملہ لکھنے والوں پر اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا کہ وہ گناہ میں سب برابر کے شریک ہیں"۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث 1598)

ہمیں فیصلہ خود کرنا ہے کیا ہم حضور اکرم ﷺ کی اس وعید کے طلبگار ہیں یا سرکار کی نظر رحمت کے۔ اگر ہم سرکار کی نظر رحمت کے امیدوار ہیں اور یقیناً ہیں تو ہمیں سود خوری کے جرم عظیم سے اجتناب کرنا ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

درھم ربا یأکله الرجل و هو یعلم اشد من ست و ثلاثین زنیة رواہ احمد (225/5) والطبرانی فی الکبیر ورجال احمد رجال الصحیح

(الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 2764)

"اگر آدمی جانتے بوجھتے ہوئے سود کا ایک درہم کھائے گا تو وہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے بڑا جرم کرے گا"۔

کیا اس کے بعد بھی کوئی بندہ سود خوری کا تصور کر سکتا ہے؟

یہود کا اگلا جرم یہ تھا کہ وہ باطل طریقے سے دوسروں کے مال پر قبضہ کرتے تھے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں لفظ باطل کے معانی اور اس کے مشتملات پر غور کرنا چاہیے۔

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

من اخذ مال غیرہ لا علی وجه اذن الشرع فقد اکل بالباطل۔

"وہ شخص جس نے ایسے طریقے سے مال حاصل کیا جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی تو اس نے باطل ذریعہ سے کھایا"۔

Marfat.com

فیدخل فیه القمار و الخداع و الغصوب و حجد الحقوق و مالا تطیب به نفس مالکه

''اس میں جوا، دھوکہ دہی، زبردستی چھین لینا، کسی کے حقوق کا انکار اور وہ مال جسے اس کے مالک نے خوشی سے نہیں دیا سب اکل باطل میں شامل ہیں''۔

علامہ قرطبی نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اگر کوئی رشوت دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گواہیاں دلوا کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لے تو قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔ فالحرام لا یصیر حلا لا بقضاء القاضی۔ حضور کریم ﷺ کا ارشاد بھی سن لیجیے:

انکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض فاقضی له علی نحو مما اسمع فمن قطعت له من حق اخیه شیئا فلا یاخذه فانما اقطع له قطعة من نار (قرطبی)

''تم میرے پاس جھگڑا چکانے کیلئے آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک فریق زیادہ چرب زبان ہو اور میں (بفرض محال) اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ اگر میں کسی کو اس کے بھائی کا حق دے دوں تو وہ ہرگز نہ لے بے شک وہ اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے''۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد 1، صفحہ 129)

مال باطل کی وسعت سمجھ لینے کے بعد ہمیں سوچنا چاہیے کہ یہودی تو مال باطل کے سبب لعنتوں میں گرفتار ہو گئے۔ وہ اپنی دنیا بھی گنوا بیٹھے اور آخرت بھی۔ کہیں خدانخواستہ ہم تو مال باطل ہڑپ نہیں کر رہے؟ کیا ہم ان ذریعوں سے تو دولت نہیں کما رہے؟

دنیا کو تو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے اس کے علم سے تو کچھ بھی باہر نہیں ہے۔ اگر کسی بھی طریقے سے ہم مال باطل حاصل کر رہے ہیں تو یہ یہودیوں والا طریقہ کہیں ہمیں بھی ذلتوں میں گرفتار نہ کروا دے۔ اور ہماری بھی دنیا و آخرت نہ لٹ جائے۔

Marfat.com

مال کی محبت بہت بری چیز ہے۔ ہمیں اس تباہ کن ہوس کے چنگل سے نکلنے کے لیے اپنے پیارے نبی ﷺ کا یہ فرمان گرامی لوح قلب پر لکھ لینا چاہیے۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انه لا یدخل الجنة لحم نبت من سحت

''جو جسم مال حرام سے پرورش پائے گا جنت میں نہیں جائے گا''۔

(الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 2572)

جو بندہ مال باطل نہیں چھوڑتا وہ یقین جانے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو جہنم کا ایندھن بنا رہا ہے۔

اور سرکار نے یہ بھی فرمایا ہے:

لا یدخل الجنة جسد غذی بالحرام

''جس جسم کو مال حرام سے غذا دی گئی جنت میں نہیں جائے گا''۔

(ایضا، رقم الحدیث 2584)

سود خوری اور مال باطل یہودی روش ہے۔ صدقہ وانفاق اور کسب حلال اسلامی شان ہے۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے؟ قبل اس کے کہ اللہ کوئی فیصلہ فرمادے۔

Marfat.com

جادوگری و منتر جنتر

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
تھا ابراہیم پدر، اور پسر آزر ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خم بھی نئے
حرم کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

(اقبال)

Marfat.com

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ
ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا
الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (بقرہ)

''(تو) اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (تورات) کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا وہ (کچھ) نہیں جانتے۔ اور وہ اس کفر یہ جادو منتر کے پیچھے لگ گئے جسے سلیمان کے عہد سلطنت میں شیطان پڑھا کرتے تھے''۔ (البیان)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فہم وبصیرت اور عقل ودانش کی دولت گرانمایہ سے بہرہ مند فرمایا ہے اور انسان کو وحی کے ذریعے سے اپنی خصوصی تعلیمات سے بھی نوازا ہے تاکہ وہ ہر پیش آنے والے مسئلہ کو ان کی روشنی میں حل کرے اور ہر قدم پر کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو۔

لیکن جب انسان مقام انسانیت سے نیچے گرتا ہے تو پھر وہ جہد ومشقت کے راستوں کو چھوڑ کر اور دانش وبینش کی دنیا کو خیر باد کہہ کے مسائلِ حیات کو حل کرنے کے کوئی آسان طریقے تلاش کرتا ہے اس کی یہی کم ہمتی اور جدوجہد سے فرار اسے فال گیری وجادوگری کی دنیا میں لے جاتا ہے اور وہ اسی ذریعہ سے اپنے تمام مسائل حل کرنا چاہتا ہے۔

کیونکہ یہ راستہ دانش وبینش کی توہین بھی ہے اور وحی الٰہی سے فرار بھی۔ اس لیے دین نے اس راستہ کو حرام کہا ہے اور اپنے پیروکاروں کو بڑی سختی اور شدت سے اس سے روکا ہے تاکہ وہ فہم وبصیرت اور وحی الٰہی کی روشنی میں مسائل حیات کو حل کرتا رہے۔ لیکن جب کوئی قوم اس راہ کو اختیار کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے کیونکہ انہوں نے فہم و بصیرت اور وحی الٰہی جیسی عظیم نعمتوں کی بے قدری کا جرم کیا ہوتا ہے۔

یہود کے ذلتوں میں گرفتار ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے کتاب الٰہی سے منہ موڑ کر فال گیری وجادوگری کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ یہود کس نفسیاتی کیفیت کے سبب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اس تناظر میں رقمطراز ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ قومیں اپنے عروج کے زمانہ میں ہمت، محنت اور جانفشانی سے اپنے لیے بلند مقام پیدا کرتی ہیں اور انحطاط کے دور میں بھی اپنے اسلاف کے حاصل کردہ بلند مقامات سے چمٹے رہنے کی آرزو تو ان کے دلوں میں چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔ لیکن ان کی پست ہمتیں اور شکستہ حوصلے کسی ایثار وقربانی کے لیے انہیں آمادہ نہیں کر سکتے۔ اس وقت وہ جادو اور منتر کا سہارا لینے لگتی ہیں تاکہ اپنے بزرگوں کی عظمت کا تاج بھی ان کے زیب سر رہے اور انہیں کرنا بھی کچھ نہ پڑے۔ یہود کا بھی دور انحطاط شروع ہوا تو سچی عزت اور

Marfat.com

عظمت کی بلندیوں تک لے جانے والا سیدھا راستہ جس کی نشان دہی تورات نے کی اس پر چلنا توان کے لیے دشوار ہو گیا اور اپنے جھوٹے وقار کو برقرار رکھنے کے لیے انہوں نے جادو وغیرہ کا سہارا لینا شروع کر دیا"۔ (ضیاء القرآن، جلد 1، صفحہ 78)

ان کی یہی وہ نفسیاتی کیفیت تھی جس کے سبب انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈالا اور جادو و منتر کی طرف راغب ہو گئے اور اس میدان میں اتنے آگے بڑھے کہ اپنے غلط کو درست ثابت کرنے کے لیے جرم پر جرم کرتے گئے اور دنیا و آخرت میں غضب الٰہی کے سزاوار ٹھہرے۔

قرآن کریم ان کے اس جرم کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (بقرہ)

"جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے کتاب کو اس طرح پس پشت ڈال دیا گویا وہ اسے جانتے ہی نہیں۔ اور وہ اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جسے شیاطین سلیمان کی سلطنت میں پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور وہ اس چیز میں پڑ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی

Marfat.com

تھی۔ حالانکہ وہ جب بھی کسی کو یہ فن سکھاتے تو اسے کہتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش کے لیے ہیں پس تم کافر نہ بنو۔ مگر وہ ان سے وہ چیز سیکھتے جس سے مرد اور عورت کے درمیان جدائی ڈال دیں۔ حالانکہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر اس سے کسی کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ دے۔ اور وہ جانتے تھے کہ جو کوئی اس چیز کو خریدے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور کیسی بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔ کاش وہ جان لیتے"۔

اس آیہ کریمہ سے متعلقہ طویل مباحث سے اعراض کرتے ہوئے چند ضروری باتیں قابلِ توجہ ہیں تاکہ یہود کے جرم کی نوعیت واضح ہو اور اس کا انجام معلوم ہو اور اسی کی روشنی میں ہم اپنے اعمال کا ایک جائزہ لے سکیں۔ اس آیہ کریمہ میں یہود کے جرائم کی جو فہرست ہے اس کا ایک ہلکا سا خاکہ ملاحظہ ہو:

1۔ کتاب الٰہی سے انحراف

جیسے کوئی انسان آنکھ کے بغیر نہیں دیکھ سکتا اور کان کے بغیر نہیں سن سکتا۔ ایسے ہی کوئی انسان ہدایت ربانی کے بغیر فلاح نہیں پا سکتا اور ہدایت ربانی کی مجسم صورت کتاب الٰہی ہی ہوتی ہے گویا یہ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین کرم ہوتا ہے۔

لیکن جب انسان اپنی خواہشات اور اپنے مفادات کی عبادت کرنے لگے تو وہ کتاب الٰہی سے انحراف کر لیتا ہے۔ یہود بھی اسی جرم شنیع کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ پس پشت ڈالنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ انہوں نے تورات کو اپنی پشتوں کے پیچھے رکھ دیا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے کتاب الٰہی کی تعلیمات سے انحراف کیا۔ اپنی خواہشات اور مفادات کی پیروی کرنے لگے۔ اور انہیں پورا کرنے کے لیے انہوں نے حرام ذرائع کے ارتکاب سے بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔

Marfat.com

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ای لم یعملوا بما فیھا من الایمان بالرسول وغیرہ

''یعنی اس کتاب میں رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے کا اور دیگر احکامات بجا لانے کا جو حکم تھا انہوں نے اسے ترک کر دیا''۔ (تفسیر جلالین، صفحہ 15)

2۔ جادو و منتر کی پیروی

انہیں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ کتاب الٰہی سے اپنے مسائل کا حل ڈھونڈتے لیکن ان بدبختوں نے اللہ کی کتاب کی جگہ جادو و منتر پر عمل شروع کر دیا۔ انہوں نے نور کو چھوڑا اور تاریکی کی پیروی کرنے لگے۔

3۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو کی تہمت

یہود کا تیسرا جرم یہ تھا کہ انہوں نے اپنے اس رویے کو جائز ثابت کرنے کے لیے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت سلیمان بھی تو جادو کیا کرتے تھے۔

انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ ایک غلطی کو درست ثابت کرنے کے لیے مزید غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے بڑے خطرناک حیلے بہانے تلاش کر لیتا ہے اگر ایک ڈاکو بھی ڈاکا ڈالتا ہے تو وہ بھی اس کا کوئی جواز پیش کرے گا کہ دیکھو جی! اس ملک میں ہمیں ہمارا حق نہیں ملتا تو ہم کیا کریں۔

جب یہود کا مقتدر طبقہ جادو کی طرف راغب ہوا تو لوگوں نے کہا ہوگا کہ اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر یہ کس ڈگر پر چل نکلے ہو۔ تو انہوں نے جواباً کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی تو جادوگر تھے حالانکہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے۔

امام ابن جریر طبری اس تناظر میں فرماتے ہیں:

''سدی نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان کے دور حکومت میں شیاطین آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور فرشتوں کا کلام بغور سننے کی کوشش کرتے کہ کون کب مرے گا، بارش کب

Marfat.com

ہو گی وغیرہم۔ پھر آ کر کاہنوں کو وہ باتیں بتاتے۔ کاہن ان باتوں کا لوگوں میں چرچا کرتے۔ وہ باتیں اسی طرح واقع ہو جاتیں۔ بہت سے جھوٹ ملا کر لوگوں نے وہ باتیں کتاب میں لکھ لیں اور بنی اسرائیل میں یہ مشہور ہو گیا کہ جنات غیب جانتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ کتابیں منگوا کر ایک صندوق میں بند کر کے اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ جو بھی شیطان کرسی کے نزدیک جاتا وہ جل جاتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ اعلان کر دیا کہ میں ہر اس شخص کی گردن اڑا دوں گا جو کہے گا کہ جن غیب جانتے ہیں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ اور خاص علماء بھی فوت ہو گئے جنہیں اس واقعہ کا علم تھا اور کئی نسلیں گزر گئیں۔ ایک دن شیطان انسانی شکل میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس گیا اور کہنے لگا: میں تمہیں ایک ایسا خزانہ نہ دکھاؤں جو کبھی ختم نہ ہو۔ کہنے لگا اس کرسی کے نیچے زمین کھودو۔ جب انہوں نے زمین کھودی تو وہ کتابیں برآمد ہوئیں۔ کہنے لگا سلیمان علیہ السلام اسی جادو کی وجہ سے انسانوں، جنوں اور پرندوں پر حکومت کیا کرتے تھے۔ پھر بنی اسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے حتی کہ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے گروہ انبیاء میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ تو یہود نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ سلیمان تو جادوگر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ۔

(تفسیر طبری، جلد 1، صفحہ 353)

حضرت سلیمان کی طرف جادو کی نسبت کا اگر یہی سبب ہو جو امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے تو یہ بھی کوئی چھوٹا جرم نہیں کہ انہوں نے ایک عام بندے کے کہنے پر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر کی طرف جادو منسوب کر دیا۔ اور اگر جادو کی نسبت حضرت سلیمان کی طرف کرنے کا سبب اپنے جادو کا جواز مہیا کرنا ہو تب تو یہ جرم اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے امام فخر الدین رازی نے اس تناظر میں پہلا قول یہ لکھا ہے:

انھم اضافوا السحر الی سلیمان تفخیما لشانه و تعظیما

Marfat.com

لامره و ترغیبا للقوم فی قبول ذالک منهم

''انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت وشان اور علو مرتبت کے سبب ان کی طرف جادو کی نسبت کی تاکہ لوگ جادو کی طرف راغب ہوں اور جادو کو قبول کریں''۔ (تفسیر کبیر، جلد 3، صفحہ 204)

4۔ علم کا غلط استعمال

اس تناظر میں یہود کا چوتھا جرم یہ تھا کہ انہوں نے علم کا غلط استعمال کیا۔ جب وہاں جادو کا چرچا بہت زیادہ ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتے بھیجے جو انہیں جادو کی تعلیم دیتے تھے تاکہ لوگ جادو اور معجزہ میں فرق کرسکیں اور جادوگروں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اس علم کا فائدہ دونوں صورتوں میں اٹھایا جاسکتا تھا۔ اسے اچھے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا تھا کہ انسان جادو کی حقیقت جان کر جادو اور معجزہ میں فرق کرسکے اور جادو کا توڑ کر کے اس کے شر سے بچ سکے اور یہی علم برے مقصد کے لیے بھی استعمال ہوسکتا تھا کہ انسان اس سے میاں بیوی میں جدائی ڈالے یا اسے کسی ایسے ہی گناہ کے مقصد کے لیے استعمال کرے۔

انہوں نے اس علم کو فرشتوں سے سیکھ کر غلط مقصد کے لیے استعمال کیا۔ قرآن کریم بیان کرتا ہے: ''مگر وہ ان سے وہ چیز سیکھتے جس سے مرد اور عورت کے درمیان جدائی ڈال دیں''

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کوئی علم بھی فی نفسہ مذموم نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی بھی صورت میں کوئی دیگر قباحت نہ آجائے۔ ہاروت اور ماروت انہیں علم کی حقیقت سے آگاہ کرتے تھے جبکہ لوگوں نے اس علم کو برے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ جیسے کسی انسان کے پاس چھری ہو تو وہ اس سے پھل بھی کاٹ سکتا ہے اور کسی انسان کا گلا بھی۔ تو قصور چھری کا ہے نہ چھری بنانے والے کا بلکہ انسان کا اپنا ہے۔ اسی طرح قصور ہاروت و ماروت کا نہیں بلکہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے اس علم کو برے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔

Marfat.com

5۔ان لوگوں کا عبرتناک انجام

جادو ومنتر کے تناظر میں یہود نے جو جرائم کیے ان کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ انہوں نے کتاب الٰہی کو چھوڑ کر جادو کو اختیار کیا۔ اسے درست ثابت کرنے کے لیے حضرت سلیمان پر جادوگری کا بہتان لگایا۔ اور جادو سے افتراق وانتشار کی آگ بھڑکائی۔ اللہ فرماتا ہے کہ انہیں جرائم کے سبب وہ رحمت الٰہی سے دور کر دیئے گئے اور ان کی آخرت برباد ہوگئی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ)

"اور وہ جانتے تھے کہ جو اس چیز کا خریدار ہو اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کیسی بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کاش وہ جان لیتے"۔

ان کے اس انجام کا ذکر بائبل میں بھی ہے:

"اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آگ میں چلوایا اور فال گیری اور جادوگری سے کام لیا اور اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ تاکہ خدا کی نظر میں بدی کر کے اسے غصہ دلائیں۔ اس لیے خداوند اسرائیل سے بہت ناراض ہوا اور اپنی نظر سے ان کو دور کر دیا"۔ (سلاطین، دوم، باب 17، آیت 18-17)

دعوت فکر!

یہود کی ذلتوں کے اس سبب کو پڑھ کر ہمیں غور کرنا ہے کہیں ہم بھی کتاب الٰہی کو پس پشت تو نہیں ڈال رہے۔ کہیں ہم اس جرم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے جسے حدیث پاک میں "توسلد بالقرآن" فرمایا گیا ہے یعنی قرآن مجید کو تکیہ نہ بناؤ بلکہ اس کی تلاوت کرو، اسے پڑھو، سمجھو اور اس کے احکامات کو آگے پہنچاؤ۔ جو قرآن کریم کے متعلق یہ احکامات نہیں مانتا

Marfat.com

گویا وہ ''توسد بالقرآن'' کا مجرم ہے اور تقریباً یہی بات کتاب کو پس پشت ڈالنا ہے جس کا جرم یہود نے کیا تھا۔ ہمیں ٹھنڈے دل اور خوش فہمیوں کی دنیا سے نکل کر فیصلہ کرنا ہے کہ ہم قرآن کریم کے حقوق ادا کر رہے ہیں یا توسد بالقرآن کے مجرم ہیں اور خدانخواستہ کہیں ہم بھی اسی ڈگر پر تو نہیں چل پڑے جس پر چل کر یہود تباہیوں کے گھاٹ اترتے گئے۔

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۙ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ (بقرہ)

''جنہیں کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں''۔

ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اپنے مسائل حیات کو حل کرنے کے لیے خداداد فہم و بصیرت اور وحی الٰہی سے ہدایات لیتے ہیں یا خدانخواستہ جادو منتر کا سہارا لینے لگے ہیں۔ ہم باہمی اختلافات حل کرنے کے لیے تفکر و تدبر اور افہام و تفہیم کو کام میں لاتے ہیں یا ایک دوسرے پر جادو ٹونہ کرنے کے چکروں میں پڑے رہتے ہیں؟ کہیں جادوگری کے ذریعے میاں بیوی میں تفریق ڈالنے کا یہود والا جرم ہم تو نہیں اپنا رہے ہیں؟

اگر خدا نہ کرے ہم یہود والی ڈگر پر ہی چلے ہوئے ہیں تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں یہودی نہیں ہیں۔ ہمیں ایک مومن کی باعزت اور خوددار زندگی جینا ہے، یہودی کی دیوسانہ اور کافرانہ زندگی نہیں، ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کا یہ فرمان کبھی نہ بھولنا چاہیے۔

اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ و ما ھن قال الشرک باللہ و السحر و قتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق و اکل الربا و اکل مال الیتیم و التولی یوم الزحف و قذف المحصنات الغافلات المومنات رواہ البخاری و مسلم وغیرھما

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ

Marfat.com

کون سی ہیں فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو، کسی کو بلاوجہ قتل کرنا، سود کھانا، مال یتیم کھانا، میدان جہاد سے بھاگنا اور پاکدامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا''۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 4464)

آپ نے دیکھا نبی کریم ﷺ نے جادو کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار فرمایا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

لا یدخل الجنة مدمن الخمر و لا مؤمن بسحر و لا قاطع رحم رواه ابن حبان فی صحیحه

''شراب میں مدہوش ہونے، جادو پہ یقین کرنے والا اور قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا''۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 4479)

کیا اس کے بعد بھی بندہ مومن کو جادو سے کوئی تعلق زیب دیتا ہے؟

Marfat.com

نا اہل گدی نشیں

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

(اقبال)

Marfat.com

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (مریم:59)

''پھر ان کے بعد ایسے نااہل جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے''۔

Marfat.com

یہود کی ذلتوں کا ایک سبب ان کے نااہل گدی نشین تھے۔ یعنی ان کے علماء و احبار کے اس جہان سے چلے جانے کے بعد جو ان کے جانشیں بنے وہ بڑوں اور بزرگوں کی اولاد ہونے کو ہی کافی سمجھنے لگے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں اور آباء واجداد کے طریقوں کو چھوڑ دیا۔ صرف ان کے ساتھ اپنی نسبتوں کو ہی کیش کرنے لگے۔ جب علما و مشائخ مسند دعوت و ارشاد کو صرف ایک کاروبار بنالیں تو قوم بگاڑ سے کیسے بچ سکتی ہے۔

اس مقام پر افراط و تفریط سے دامن بچاتے ہوئے ہمیں اس چیز پر غور کرنا ہے کہ کیا کسی بزرگ یا اللہ تعالیٰ کے کسی برگزیدہ بندہ کی اولاد ہونا کوئی شرف ہے یا نہیں۔ اگر یہ شرف ہے تو کس حد تک؟

قرآن و سنت کی تعلیمات پر غور کرنے سے یہ حقیقت بلا شک و شبہ ثابت ہوتی ہے کہ کسی پیغمبر یا ولی اللہ کی اولاد میں سے ہونا بلاشبہہ ایک وہبی فضیلت ہے جس کا انکار سوائے تعصب اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں۔

نسبتوں کے احترام پر قرآن کریم کی یہ آیہ کریمہ ایک نص کا حکم رکھتی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ (طور)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے ہم ان کے لیے کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر آدمی اپنی کمائی میں گروی ہے"۔

اس آیہ کریمہ کا مفہوم یہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوں گے ان کی اولاد بھی اگر ایمان کی انہیں راہوں پر چلے جن پر ان کے آباء واجداد چلے تھے۔ اگرچہ ان کے عمل اپنے آباء واجداد جیسے نہ بھی ہوں گے تب بھی ان کے آباء واجداد کے صدقے اور ان

Marfat.com

کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دے گا۔ امام سیوطی اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المذکورین فی الجنة فیکونون فی درجتهم و ان لم یعملوا بعملهم تکرمة للاباء باجتماع اولاد الیهم

(تفسیر جلالین، صفحہ 435)

''وہ اولاد جن کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں ان کے آباء کے ساتھ اکٹھا فرمائے گا کیونکہ ان کی اولاد کو وہاں جمع کرنے میں ان کے آباء کی عزت ہوگی''۔

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یخبر تعالیٰ عن فضله و کرمه و امتنانه و لطفه بخلقه و احسانه ان المومنین اذا اتبعتهم ذریاتهم بایمان یلحقهم بآباء هم فی المنزلة و ان لم یبلغوا عملهم لتقر اعین الآباء بالابناء عندهم فی منازلهم

(تفسیر ابن کثیر، جلد 4، صفحہ 243)

''اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ بے شک اہل ایمان جب ان کی اولاد ایمان میں ان کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو جنت میں انہیں کے ساتھ اکٹھا فرما دے گا۔ اگرچہ ان کا عمل اپنے آباء کے عمل کو نہ بھی پہنچے۔ یہ اللہ تعالیٰ اس لیے کرے گا کہ ان کے آباء کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں''۔

علامہ ابن کثیر اسی مقام پر آگے جا کر لکھتے ہیں:

هذا فضله تعالیٰ علی الابناء ببرکة عمل الآباء

''کہ یہ بیٹوں پر آباء کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے''۔

Marfat.com

اس آیہ کریمہ کے آخری جملہ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ⑳ کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی فرد کا گناہ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ای مرتهن بعمله لا يحمل عليه ذنب غيره من الناس سواء كان ابا او ابنا (نفس مصدر، ص 244)

"ہر کوئی اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ لوگوں میں سے ایک کا گناہ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا چاہے وہ باپ ہو یا بیٹا"۔

یہ آیہ کریمہ واضح دلیل ہے کہ کسی صالح بندے کی اولاد میں سے ہونا ایک شرف ہے جو اسے جنت میں اپنے اعمال سے بڑھ کر اعلیٰ درجہ دلائے گا۔

نسبت کے شرف پر قرآن کریم کی وہ آیہ کریمہ بھی واضح دلیل ہے کہ جب حضرت خضر نے دو یتیم بچوں کی دیوار بنائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا (کہف: 82)

"ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا"۔

وہاں بہت سی دیواریں ہوں گی جو گرنے کے قریب ہوں گی لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے صرف ان بچوں کی دیوار کو ہی کیوں درست فرمایا اس لیے کہ ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ تو یہی تو نسبتوں کا احترام ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يدل على ان صلاح الآباء يفيد العناية باحوال الابناء و عن جعفر ابن محمد كان بين الغلامين و بين الاب الصالح سبعة آباء و عن الحسن ابن على انه قال لبعض الخوارج فى كلام جرى بينهما بم حفظ الله مال الغلامين؟ قال بصلاح ابيهما قال فابى و جدى خير منه

Marfat.com

"یہ آیہ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آباء واجداد کا صالح ہونا ان کی اولاد کے لیے مہربانیوں کا سبب بنتا ہے اور جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ ان بچوں اور ان کے صالح باپ کے درمیان سات نسلوں کا فرق تھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک گفتگو میں خوارج سے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان یتیموں کے مال کی حفاظت کیوں کی تھی؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ ان کا باپ نیک تھا تو آپ نے فرمایا: میرے آباء واجداد اس سے بھی زیادہ نیک تھے"۔ (تفسیر کبیر، جلد 21، صفحہ 162)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے تو نسبت کے باعث شرف ہونے پر ایک عجیب استدلال فرمایا ہے جو ان کے علم خداداد کا مظہر ہے آپ کی دلیل کا مفہوم یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ٭ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ (زخرف)

"(اے نبی ﷺ آپ) فرمایئے اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا"۔

حضور اکرم ﷺ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے بیٹے کی عبادت کیوں کرتے؟ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوتا۔ تو یہی تو نسبت کا احترام ہے۔

نسبت کا احترام صحابہ کرام کے عمل سے بھی ثابت ہے مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ نسبت کے احترام میں ہی مقرر کیا تھا۔ ویسے بھی نسبت کا احترام مسلمات میں سے ہے کیا آپ کو اپنے دوست کا بچہ گلی میں کھیلتے ہوئے دوسرے بچوں سے اچھا نہیں لگتا؟ اگر لگتا ہے اور یقیناً لگتا ہے تو صرف نسبت کی شرف کے سبب ہی لگتا ہے۔

دوسرا رخ

نسبت کا احترام حق ہے لیکن اگر کوئی صرف نسبت کے احترام کو ہی کافی سمجھتا رہے، اس

Marfat.com

کے آباء کی توراتیں نوافل پڑھتے ہوئے اور خشیت الٰہی سے گریہ وزاری کرتے ہوئے گزرتی ہوں اور وہ فرض نماز بھی نہ پڑھے۔ اس کے آباء تو دنیا کو تین طلاقیں دے دیں لیکن وہ نسبت کے روپ میں دولت کا پجاری بن جائے۔ اس کے آباء کی زندگیاں تو دین کی نشرو اشاعت میں بسر ہوں اور وہ عیش وعشرت کا متوالا بن کے رہ جائے۔ اس کے آباء کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ تو خدمت دین میں گزرے لیکن وہ دین کے روپ میں ایک خالص دنیادار بن جائے اور وہ اپنے آباؤ اجداد کی پاک نسبتوں اور دین کے نام کو جلب زر کے لیے صرف ایک سیڑھی بنا لے تو ایسے جانشین اور گدی نشین قوموں کو تباہ کر دیتے ہیں، دین کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں، یہ خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ایسے جانشین کسی قوم کو ذلتوں اور خواریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

یہود کے ساتھ یہی ہوا کہ ان کے علماء واحبارُ کے جو جانشین اور گدی نشین بنے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقوں کو چھوڑ دیا اور صرف ان کی اولاد ہونے کو ہی کافی سمجھنے لگے۔ اللہ رب العزت یہود کی ذلتوں کے اس سبب کا تذکرہ یوں فرماتا ہے۔ ان کے رویے اور حقیقت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا ۝ (مریم)

"پھر ان کے بعد ایسے نااہل جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا، اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے وہ عنقریب اپنی تباہی کو دیکھ لیں گے۔ مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کیے پس یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی"۔

یعنی نماز چھوڑنے والے اور شہوات کی پیروی کرنے والے جانشین تباہی و بربادی کے گھاٹ اتریں گے۔ جنت میں جانے کے لیے رجوع الی اللہ، ایمان اور اعمال صالحہ ضروری

Marfat.com

ہیں۔ یہاں ''غیا'' سے مراد جہنم ہے۔ امام سیوطی اس لفظ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

هو واد فی جهنم ای یقعون فیه (تفسیر جلالین، ص258)

''یہ جہنم کی ایک وادی ہے ایسے لوگ اس میں گریں گے''۔

یہود کے نااہل جانشینوں کا، ان کی خوش فہمیوں کی حقیقت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر یوں فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۗ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۗ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۗ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ (اعراف)

''پھر ان کے پیچھے ایسے نااہل جانشین آئے جو کتاب کے وارث بنے، وہ اسی دنیا کی متاع لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یقیناً بخش دیے جائیں گے۔ اور اگر ایسی ہی متاع ان کے سامنے پھر آئے تو اسے بھی لے لیں کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ کے نام پر حق بات کے سوا اور کچھ نہ کہنا۔ اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ اور آخرت کا گھر ان کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بے شک ہم مصلحین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے''۔

یعنی یہود کے علماء و احبار کے جانشین ایسے لوگ بنے جو خالص دنیادار تھے اور پھر اس غلط فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ انہیں یقیناً بخشا جائے گا کیونکہ ہم نیکوں کی اولاد ہیں۔ اور دنیا کے حریص ایسے کہ مال حرام لیتے ہیں اگر پھر مل جائے تو پھر لیتے ہیں۔ وہ کتاب الٰہی کے اس

Marfat.com

حکم کو بھول گئے دار آخرت صرف تقوی اختیار کرنے والوں کے لیے ہے جو کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ایسے لوگ ہی اللہ کی جنتوں کے حق دار ہیں۔ اس آیہ کریمہ کا یہ جملہ وَاِنْ یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ دو مفہوم رکھتا ہے ایک تو یہی کہ اگر انہیں دوبارہ بھی مال حرام مل جائے تو لے لیں اور اس سے ایک مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو لوگ انہیں مال حرام لینے سے روکتے ہیں جب خود انہیں مال حرام لینے کے مواقع مل جائیں تو وہ بھی کمی نہیں کرتے۔

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اس جملہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اور آئندہ بھی گناہ کرتے چلے جائیں۔ سدی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں کوئی قاضی ایسا نہ ہوتا تھا جو رشوت نہ لے جب اس سے کہا جاتا تھا کہ تم رشوت لیتے ہو تو کہتا تھا کہ یہ گناہ بخش دیا جائے گا۔ اس کے زمانے میں دوسرے اس پر طعن کرتے تھے لیکن جب وہ مر جاتا یا معزول کر دیا جاتا اور وہی طعن کرنے والے اس کی جگہ حاکم و قاضی ہوتے تو وہ بھی اسی طرح رشوت لیتے''۔ (خزائن العرفان، صفحہ 277)

یہود کے بگاڑ اور ان کے ذلتوں کا ایک بڑا سبب یہی ناخلف جانشین اور گدی نشین تھے جو مذہب کے روپ میں تجارت کرتے تھے اور پھر ان کا عقیدہ یہ بن گیا تھا کہ وہ بڑوں کی اولاد ہیں لہٰذا وہ جو بھی کرتے رہیں انہیں بخش دیا جائے گا۔ جب علماء و احبار کی سوچ اتنی مسخ ہو جائے تو پھر اس قوم کو تباہیوں کے گھاٹ اترنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے؟

لمحہ فکریہ!

اس مقام پر ہمیں انتہائی تحمل، ٹھنڈے دل اور کھلی آنکھوں سے اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے کہیں ہم بھی انہیں لوگوں میں سے تو نہیں ہو گئے۔ جو صرف نسبتوں کے احترام کو کافی سمجھتے ہیں۔ جو مجاہدات، مکاشفات اور علوم اسلامیہ کے تعلیم و تعلم کے جہانوں سے نکل کر صرف ''پدرم سلطان بود'' کو کیش (cash) کرواتے رہتے ہیں!

کہیں خدانخواستہ ایسا تو نہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کی تو پوری راتیں اپنے رب کے

Marfat.com

حضور سجدہ ریزیاں اور آہ وزاریاں کرتے ہوئے گزرتی ہوں لیکن ہم ان کے جانشین فرض نماز میں ادائیگی میں بھی غفلت اور کوتاہی کا شکار ہو جاتے ہوں؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے جن آباؤ اجداد کے صدقے لوگ ہمارے ہاتھ چومتے ہیں اور خون پسینے کی کمائی ہمیں پیش کرنے میں سعادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں، انہوں نے تو دنیا کو تین طلاقیں دے دی ہوں اور ہم گدی نشینی کے روپ میں دنیاداری نبھارہے ہوں اور مذہبی تجارت کر رہے ہوں؟

ہمیں سوچنا ہے قبل اس کے کہ سوچنے کا وقت گزر جائے، ہمیں تدبر کرنا ہے اس سے پہلے کے تدبر کی گھڑیاں بیت جائیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقوں پر چل رہے ہیں اور یہودیوں کی طرح خوش فہمیوں کے محل تعمیر کر کے مذہبی تجارت میں مصروف ہیں۔

فیلسوف اسلام علامہ اقبال کہیں چشم بصیرت سے ہم جیسے گدی نشینوں اور جانشینوں کو دیکھ کر ہی تو یہ چیخ و پکار نہیں کرتا رہا۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو　　نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو　　بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟　　نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟　　میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو!

اور اسی فیلسوف اسلام نے یہ بھی کہا تھا:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

Marfat.com

اور گدی نشینی کا یہ ضابطہ بھی اقبال کی زبانی سنیے

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراث پدر کیونکر ہو

اسی تناظر میں حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کے دل کی آواز بھی سنیں اور احساس کی شدتوں کا منظر ملاحظہ کریں سورۂ مریم کی آیہ کریمہ جو پہلے گزری ہے اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یہ حال ان انبیاء کرام کا تھا جو ہر لحظہ جلال خداوندی سے لرزاں و ترساں رہتے اور آنکھیں اشک فشاں رہتیں۔ لیکن ان کے بعد بعض جانشین ایسے بھی ہوئے جنہوں نے اپنے اسلاف کرام کے طریقہ کو بالکل فراموش کر دیا۔ مستحبات و مندوبات کی پابندی تو کجا نماز و زکوٰۃ جیسے فرائض کو بھی انہوں نے پس پشت ڈال دیا۔ یا تو سرے سے ان کی فرضیت کے قائل ہی نہ رہے یا فرضیت کا انکار تو نہ کیا لیکن انہیں ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کی یا انہیں ادا تو کیا لیکن ان کے آداب و شرائط کو نظر انداز کر دیا اور ارشادات الٰہی کی بجا آوری کی جگہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئے، وہ یاد رکھیں انہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

ان لوگوں کو جانے دیجیے جو گزر گئے اور جن کے اعمال کے متعلق ہم سے محاسبہ نہیں ہوگا ذرا اپنے اردگرد نگاہ ڈالیے۔ بڑے بڑے اولیاء کاملین کی اولاد دین سے کس قدر دور اور احکام شریعت کی پابندی سے کس قدر آزاد ہے۔ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر حساس دل تڑپ اٹھتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں۔ جن کے آباء و اجداد کی ساری عمریں اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں گزریں، جن کے دل جلال خداوندی سے کانپتے ہوئے اور جن کی راتیں جمال الٰہی کے دید کے شوق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے گزرتی تھیں، جن کا ایک قدم بھی جادۂ شریعت سے ہٹا ہوا نہ تھا۔ جن کا علم، جن کا عرفان، جن کا اثر و رسوخ اور جن کی دولت محض احیائے دینِ حنیف کے لئے وقف تھی۔ جن کی کتاب زندگی کا ہر ورق روحانیت کے انوار سے منور تھا۔ ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والے فسق و فجور

Marfat.com

کی رنگینیوں میں کیوں کھو کر رہ گئے۔ اطاعت و انقیاد کی راہ چھوڑ کر انہوں نے سرکشی اور نافرمانی کا راستہ کیوں اختیار کر لیا ہے۔ وہ اس آیت طیبہ میں کیوں غور نہیں کرتے۔ ان کی غفلت کیشیوں کے باعث ان کے اسلاف کرام کے حق میں گستاخ زبانیں کھلنے لگی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی بداعمالیوں سے ان عقائد حقہ کو زک پہنچ رہی ہے جو ان کے آباؤ اجداد کے عقائد تھے۔ ان کی عملی بدکاریوں کے شور و شغب میں کوئی ان علمی دلائل پر غور کرنے کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ اس پیہم بے راہ روی سے وہ صرف اپنی کُٹیا ہی ڈبو نہیں رہے بلکہ ساری قوم کا بیڑا غرق کر رہے ہیں خدارا اپنی اس غلط روش سے باز آ جاؤ''۔

(ضیاء القرآن، جلد 3، صفحہ 90)

سورۂ اعراف کی وہ آیت کریمہ جو پہلی گزر چکی ہے اس کی تفسیر میں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت یہاں یہود کے اس طریق کار اور اخلاقی پستی کی مذمت کر رہی ہے وہاں مسلمان مشائخ اور علماء کے لیے بھی اس میں درس عبرت ہے۔ وہ چیز جو علماء و مشائخ بنی اسرئیل کے لیے شرمناک تھی کیا وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین اور کامل ترین بندے اور سید الانبیاء و المرسلین کی امت جسے خیر الامم کے لقب سے پکارا گیا، کے علماء و مشائخ کے لیے قابلِ برداشت ہو سکتی ہے۔ اگر آخری نبی کی آخری شریعت اور آخری کتاب کے امین اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کریں گے تو پھر اس چشمہ صافی سے دنیا کے پیاسے کیونکر سیراب ہوں گے''۔

اس تناظر میں مزید فرماتے ہیں:

''امت محمدیہ کے مشائخ و علماء کو اپنی اولاد کی تعلیم اور دینی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ مبادا ان کی اولاد بھی ان بیماریوں میں مبتلا ہو جائے جن میں بنی اسرائیل کے علماء کی اولاد گرفتار ہو گئی تھی''۔ (ضیاء القرآن، جلد 2، صفحہ 98-99)

امت محمدیہ کا طریقہ ایمان، عمل صالح اور جہد مسلسل ہے اور یہودیت کی روش صرف نسبتوں پر فخر کرنا اور مذہبی تجارت کرنا ہے ہم کس ڈگر پر چل رہے ہیں؟

Marfat.com

یہود کے علماء وزہاد کا کردار

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم، فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کف جو

علم را بر تن زنی مارے بود!
علم را بر دل زنی یارے بود!

(اقبال)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (توبہ:34)

''اے ایمان والو! اہل کتاب کے اکثر علماء وزہاد لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے ہیں''۔

Marfat.com

مذہبی عقیدتیں بڑی حساس اور نازک ہوتی ہیں جو بھی فرد مذہبی عقیدتوں کا مرکز بن جاتا ہے زمانہ اس پر سب کچھ نچھاور کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔لیکن ان تمام عقیدتوں اور محبتوں کا سبب صرف مذہبی رشتے ہوتے ہیں اور لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جس قدر بھی محبتوں کا سلوک کرتے ہیں صرف اور صرف اپنی نجات کے لیے ہی کرتے ہیں۔

محمد (ﷺ) کی وساطت سے محبت تیری میری ہے
محبت اصل ہے ان کی نہ تیری ہے نہ میری ہے

لیکن اگر مذہبی عقیدتوں کے مرکز اور منبع ہی مذہب کو کاروبار بنالیں۔ وہ لوگوں کو مال حرام سے بچانے کی بجائے خود ہی مال حرام کھانے لگیں، وہ لوگوں کو خدا کی عبادت کا درس دینے کی بجائے اپنی فرمانبرداری ہی سکھانے لگیں، نور بانٹنے والے ظلمتوں کے سوداگر بن جائیں، مسیحا لوگوں کی جانوں سے کھیلنے لگیں، آخرت کا درس دینے والے صرف دنیا کے پجاری ہو کے رہ جائیں تو ایسے معاشرے منزل مقصود پر کیسے پہنچیں گے۔ جب رہبر ہی رہزنوں کا روپ دھارلیں تو رہبری کے طالب کہاں جائیں گے؟

ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یہود کے بگاڑ کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ان کے علماء وزہاد نے مذہبی عقیدتوں کو جلب زر کا ذریعہ بنالیا تھا۔ وہ مذہب کے روپ میں تجارت کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو خدا کا بندہ بنانے کی بجائے اپنی بندگی کا درس دیتے تھے۔ وہ حق کا راستہ دکھانے کی بجائے حق کے راستے میں رکاوٹ بنتے تھے تا کہ ان کے مفادات اور تحفظات کو زک نہ پہنچے۔ وہ دولت کے اس قدر حریص ہو گئے کہ حصول زر کے لیے احکام الٰہی کو بدل دیتے تھے۔

قرآن کریم نے یہود کے علماء وزہاد کے اس بگاڑ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے تا کہ ان کی ذلتوں کے اسباب بھی معلوم ہو سکیں اور امت محمدیہ کے علماء و مشائخ ان تباہ کن عادات سے بچ سکیں۔ قرآن کریم نے علماء یہود کے جن افعال قبیحہ کا تذکرہ فرمایا ہے ان

Marfat.com

میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والے تھے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (توبہ:34)

''اے ایمان والو! اہل کتاب کے اکثر علماء وزہاد لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے ہیں''۔

یعنی لوگوں کو اکل حلال اور رزق طیب کی تعلیم دینے والے خود باطل اور ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں وہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کس طرح کھاتے تھے۔ اس کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

1۔وہ احکام کی تخفیف کرنے میں اور لوگوں کو شریعت کی سزا سے بچانے کے لیے رشوت لیتے تھے۔

2۔انہوں نے عوام کے اذہان وقلوب میں یہ بات پختہ کردی تھی کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی پانے کا صرف ایک ذریعہ ہے کہ ان کی بات مانی جائے اور ان کی خدمت کی جائے۔اور ان کو راضی کرنے کے لیے ان پر مال ودولت خرچ کیا جائے اور عوام ان کی ان جھوٹی باتوں کے دھوکہ میں آجاتے تھے۔

3۔تورات میں نبی کریم ﷺ کی واضح نشانیاں بیان کی گئی تھیں۔اور یہ علماء وزہاد ان آیات کی فاسد تاویلیں کرتے تھے،اس طریقے سے لوگوں کو خوش کرتے اور ان سے رشوت لیتے تھے۔

4۔وہ لوگوں کو یہ باور کرواتے تھے کہ حق وہ ہی ہے جس پر وہ ہیں۔جب لوگ اس بات کو مان لیتے،تو پھر وہ کہتے کہ دین حق کی تقویت واجب ہے اور دین اسی صورت میں قوی ہوسکتا ہے جب ان علماء وفقہاء کے پاس بہت زیادہ مال ودولت ہو۔اس طریقے سے وہ لوگوں کو

Marfat.com

اپنی خدمت میں مال و دولت خرچ کرنے پر برانگیختہ کرتے تھے۔ یہ تھے وہ باطل ذریعے جن سے وہ لوگوں کے مال کھاتے تھے"۔ (تفسیر کبیر، جلد 16، صفحہ 42)

یہود کے علماء کے یہ اطوار دیکھتے ہوئے یہ چیز بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ علم و زہد کے روپ میں خالص دنیادار تھے اور انہوں نے اپنے علم و زہد کو تعلق مع اللہ کا نہیں بلکہ دولت حصول کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔

2۔ لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے والے تھے

قرآن کریم کی متذکرہ آیہ کریمہ میں ان کا ایک جرم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ یعنی لوگ تو ان کی خدمتیں کرتے ہیں اس لیے کہ وہ خدا کا راستہ دکھائیں ان کے قدموں میں نذرانوں کے ڈھیر لگا دیتے ہیں تاکہ وہ انہیں رضائے الٰہی کی شاہراہ پر گامزن کریں لیکن یہ ظالم جب دیکھتے ہیں کہ اگر لوگوں کو حق کا راستہ مل گیا تو یہ ہماری خدمت نہیں کریں گے تو وہ لوگوں کو راہِ حق سے روک دیتے ہیں۔ مثلاً علماء یہود اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں لیکن انہوں نے سوچا کہ اگر ان کے پیروکاروں نے حضور ﷺ کو نبی مان لیا۔ تو پھر یہ ہماری خدمت نہیں کریں گے اور ہمیں نذرانے نہیں دیں گے، بس اسی وجہ سے انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا تذکرہ ہمارے انبیاء علیہم السلام کرتے آئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کو خدا کا راستہ دکھانے کی بجائے راہِ خدا سے روک دیا۔

کیسے منزل پہ پہنچتا کوئی
رہ میں رہنما بیٹھے ہیں

علامہ ابن کثیر ان کے صد عن سبیل اللہ کے جرم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای و ھم مع اکلھم الحرام یصدون الناس عن اتباع الحق و یلبسون الحق بالباطل ویظھرون لمن اتبعھم

Marfat.com

من الجهلة انهم يدعون الى الخير و ليسوا كما
يزعمون بل هم دعاة الى النار و يوم القيامة لا ينصرون

''یعنی اور وہ حرام مال کھانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اتباع حق سے روکتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اور اپنے جاہل پیروکاروں پر یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ انہیں خیر کی طرف بلا رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا وہ گمان کرتے ہیں وہ تو انہیں آگ کی طرف بلا رہے ہیں اور بروز حشر ان کی مدد نہیں کی جائے گی''۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 335)

3۔ وہ بے عمل تھے

یہود کے وہ لوگ جو علم و زہد کے لبادے اوڑھے مقدس بنے بیٹھے تھے درحقیقت وہ صرف لفظوں کا ہیر پھیر کرتے تھے۔ جو کچھ وہ کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے۔ وہ لوگوں کو آخرت یاد دلاتے اور خود دنیا اور اس کی خواہشات کی تکمیل میں مگن رہتے۔ لوگوں کو تقویٰ اور تدین کی تلقین کرتے اور خود بے رہروی کی راہوں پر گامزن رہتے۔ وہ لوگوں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتے اور خود دولت اکٹھی کرنے میں مصروف رہتے۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ سونا اور چاندی راہِ خدا میں تقسیم کرو۔ جب وہ انہیں مال و دولت راہِ خدا میں تقسیم کرنے کے لیے دیتے تو وہ سونے اور چاندی کے مٹکے بھر کر اپنے تہہ خانوں میں چھپا دیتے۔ گویا وہ صرف قال کے ماہر تھے اور حال کے میدان میں اپنی عوام سے بھی بہت پیچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی اس غلط روش پر ٹوکتے ہوئے فرمایا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ (بقرہ)

'' کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں''۔

Marfat.com

4۔ احکام الٰہی میں تغیر و تبدل کر دیتے تھے

وہ دولت کے اس قدر حریص اور لالچی ہو گئے تھے کہ وہ لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے اور پیسہ کمانے کے لیے احکام الٰہی میں تغیر و تبدل تک کر جاتے تھے۔ اس جرم کی متعدد صورتیں تھیں۔ قرآن کریم نے ان کا تذکرہ بڑے واشگاف الفاظ میں کیا ہے تاکہ امت مصطفویہ کے علماء وزہاد ان ذلتوں سے بچ سکیں جن میں علماء یہود گرفتار ہو گئے تھے۔ کبھی وہ کلام الٰہی میں تحریف کر دیتے تھے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴿۷۵﴾ (بقرہ)

''کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ ایمان لائیں گے حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کا کلام سنا اور خوب سوچ سمجھ کر جانتے بوجھتے ہوئے اس میں تحریف کی''۔

تحریف کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کلام کو اس کے اصلی مفہوم سے پھیر کر وہ معنی پہنا دینا جو قائل کی مراد نہ ہو۔ تحریف کبھی معنوی ہوتی ہے کہ معنی ہی بدل دیا جائے اور کبھی لفظی ہوتی ہے کہ لفظ ہی تبدیل کر دیا جائے۔ علماء یہود دونوں قسم کی تحریف کے مجرم تھے۔

قرآن کریم ان کی تحریف لفظی کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (بقرہ:79)

''پس ان لوگوں کے لیے بربادی ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت وصول کر لیں''۔

کبھی وہ کلمات کا محل تبدیل کر دیتے تھے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (نساء:46)

Marfat.com

''ان میں سے جو یہودی ہو گئے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کو ان کے محل سے پھیر دیتے تھے''۔

کبھی وہ کلام میں الٹ پھیر کر کے اس کا مفہوم بدل دیتے تھے۔

وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ (آل عمران:78)

''اور ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ کتاب ہی کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی''۔

کبھی وہ لوگوں کی ناراضگی سے بچنے اور ان کی خوشنودی پانے کے لیے کتاب الٰہی کے کسی حکم کو چھپا لیتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالۡهُدٰى مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الۡكِتٰبِ ۙ اُولٰٓـئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ۙ (سورۂ بقرہ)

''بے شک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی کھلی نشانیوں اور ہماری ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں''۔

جیسے انہوں نے قوم کے کسی بڑے بندے کو سزا سے بچانے کے لیے رجم کا حکم تبدیل کر دیا تھا۔

مال و دولت کی ہوس، اپنی عوام اور پیروکاروں کو خوش رکھنے تاکہ وہ ان کی خدمت میں کمی نہ کریں اور ان کی ناراضگی سے بچنے کے لیے وہ جن حیلے بہانوں سے احکام الٰہی میں تبدیلی کرتے تھے ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرما کے ان کی کمینگی کا اندازہ آپ کو ہو گیا ہو گا۔

Marfat.com

5۔ وہ خدا بنے بیٹھے تھے

علماء ومشائخ کا کام تو لوگوں کو اللہ کی بندگی کا درس دینا اور اس کی عبدیت کے آداب سے آگاہ کرنا ہے اور اگر یہی طبقہ لوگوں کی تعلیم و تربیت اس نہج پر کرنے لگے کہ لوگوں کی ساری عقیدتیں اور محبتیں انہیں کی ذاتوں سے وابستہ ہو جائیں اور وہ انہیں کچھ اس ڈھنگ سے تعلیم دیں کہ لوگ خدا کے حرام وحلال کی پروانہ کریں اور علماء وزہاد کے احکام سے سرتابی دارین کا خسارہ سمجھنے لگیں۔ تو یہی وقت کسی قوم کے ذلیل وخوار ہونے کا ہوتا ہے۔

یہود کے علماء وزہاد نے یہ جرم بھی بڑے دھڑلے سے کیا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (توبہ: 31)

"انہوں نے اپنے علماء وزہاد کو اللہ کے سوا رب بنا ڈالا"۔

یعنی وہ علماء کے اوامر ونواہی کو خدا کے اوامر ونواہی پر ترجیح دینے لگے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

لیس المراد من الارباب انھم اعتقدوا فیھم انھم الھة العالم بل المراد انھم اطاعوھم فی امرھم و نواھھم

"یہاں رب بنانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے علماء وزہاد کے متعلق یہ گمان کیا کہ دنیا کے معبود ہیں بلکہ انہوں نے اوامر ونواہی میں انہیں کی پیروی کی"۔ (تفسیر کبیر، جلد 16، صفحہ 37)

حضرت عدی بن حاتم پہلے عیسائی تھے پھر وہ مشرف باسلام ہوئے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سورۃ التوبہ پڑھ رہے تھے جب وہ اس آیہ کریمہ پر پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اپنے احبار ورھبان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا ایسا نہیں تھا کہ جب تمہارے احبار ورھبان اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کسی چیز کو حرام کر دیتے تو تم اسے حرام ہی مانتے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کو حلال کر دیتے تو تم اسے حلال ہی مانتے"۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں یا

Marfat.com

رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی تھا تو آپ نے فرمایا یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ربیع کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل نے اپنے علماء وزہاد کو رب کیسے بنالیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب وہ اللہ کی کتاب میں کوئی ایسا حکم پاتے جوان کے احبار ورھبان کے حکم کے خلاف ہوتا تو وہ اللہ کے حکم کو چھوڑ دیتے اور احبار ورہبان کے حکم کو لے لیتے۔ یہی انہیں رب بنانا تھا۔

گویاان کے احبار ورھبان ہدایت کی جگہ گمراہی کا ذریعہ بن گئے تھے۔شاید یہی سبب ہوا کہ یہود کے بگاڑ پران کے علماء واحبار کوڈانٹا گیا ہے۔

وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ لَوْ لَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۝ (مائدہ)

”تم ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم اور حرام کھانے میں بڑے تیز رفتار ہیں۔ کیسے برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے۔ کیسے برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں“۔

یہود کے علماء وزہاد حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر میں

حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود کے علماء وزہاد کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ قرآن مجید کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔اس تناظر میں آپ کے چند فرمودات ملاحظہ ہوں تاکہ یہود کے علماء وزہاد کا کردار مزید واضح ہو جائے۔انجیل متی میں ہے:

”اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ ”فقیہ اور فریسی، موسیٰ کی گدی پر بیٹھے تھے“ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان

Marfat.com

کے سے کام نہ کرو جو وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں ہیں وہ ایسے بھاری بوجھ جن کو اٹھانا مشکل ہے، باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں مگر آپ ان کو اپنی انگلی سے بھی ہلانا نہیں چاہتے۔ وہ اپنے سب کام لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے تعویذ بڑے بناتے ہیں اور اپنی پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں۔ اور ضیافتوں میں صدر نشینی اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجے کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربی کہلانا پسند کرتے ہیں۔...... اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ آسمان کی بادشاہی لوگوں پر بند کرتے ہو کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔

(اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس! کہ تم بیواؤں کے گھروں کو دبائے بیٹھے ہو اور دکھاوے کے لیے نماز کو طول دیتے ہو۔ تمہیں زیادہ سزا ہوگی)

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس! کہ ایک مرید کرنے کے لیے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بناتے ہو۔

(انجیل متی، باب 23، آیات 1 تا 15)

ان کی ظاہر داری اور منافقت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس! کہ پودینہ اور سونف اور زیرہ پر تو دہ یکی دیتے ہو۔ پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔ اے اندھے راہ بتانے والو! جو مچھر کو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس! کہ پیالی اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہیں۔ اے اندھے فریسی! پہلے پیالی اور رکابی کو اندر سے صاف کرتا کہ اوپر سے بھی صاف ہو جائیں۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس! کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو۔ جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے

Marfat.com

بھری ہیں۔ اس طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو"۔ (ایضاً، آیات 23 تا 28)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کس زوردار اور بلیغ انداز میں یہود کے علماء و زہاد کی بے عملی، حب جاہ و مال، ریاکاری، ظاہر داری اور منافقت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہود کے علماء و مشائخ کا یہی وہ بگاڑ تھا جس کے سبب وہ خود بھی ذلیل و رسوا ہوئے اور انہوں نے قوم کو بھی ذلت و خواری کی عمیق گہرائیوں میں دھکیل دیا۔

جو رہبر رہزن بن جائے جو اللہ کی راہ دکھانے والا مذہب کے روپ میں "دینی تاجر" بن جائے، جو مذہب کو جلب زر کے لیے سیڑھی بنالے اس سے بڑا خدا اور دین کا مجرم کون ہوسکتا ہے؟

اس لیے حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے دنیا دار علماء و مشائخ سے خطاب فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے"۔ (ایضاً، آیت 33)

لمحہ فکریہ!

انتہائی حقیقت پسند بنتے ہوئے ہمیں اس مقام پر اپنی زندگیوں کا ایک جائزہ لینا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بھی علماء یہود کی طرح لوگوں کی دینی عقیدتوں کو حصول دولت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہوں۔

کہیں ہم بھی علم و تقویٰ کے روپ میں لوگوں کے مال ہڑپ تو نہیں کر رہے؟

کیا ہم لوگوں کی وہ دینی ضروریات پوری کر رہے ہیں جس کے سبب وہ ہمیں مال و دولت کے نذرانے پیش کرتے ہیں؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ لوگ اپنے پیٹ کاٹ کے اپنے خون پسینے کی کمائی ہمیں اس لیے دیں کہ ہم اسے دین کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال کریں لیکن ہم اسے اپنے تعیشات کی نذر کردیں؟

Marfat.com

اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو کیا اس پر لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے کا اطلاق تو نہیں ہوگا؟ اگر ہوگا اور یقیناً ہوگا تو کہیں ہم یہود والے تباہی کے راستوں پر تو نہیں چل نکلے؟

کہیں ہم بھی یہود کے علماء و مشائخ کی طرح لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے کا جرم تو نہیں کررہے؟

ہم انہیں خدا کا راستہ دکھارہے ہیں یا ان کی تمام تر توجہات اپنی ذات پر مرکوز کروا کے انہیں راہِ خدا سے دور لے جارہے ہیں؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم عوام کو کسی ایسے حق سے دور رکھنے کی کوشش کررہے ہوں جسے مان لینا ہمیں اپنے مفادات اور انا پرستی کے خلاف نظر آتا ہو۔

کہیں ہم بھی یہود کے علماء کی طرح ایسے تو نہیں کہ جو دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے تھے لیکن خود وہ نیکی نہیں کرتے تھے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہمیں اپنے عظیم رب کا یہ فرمان کبھی نہ بھولنا چاہیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (صف)

"اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ یہ بات اللہ کو سخت ناراض کرتی ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے"۔

ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کے یہ فرمودات ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں تاکہ ہم ان کی روشنی میں اپنے کردار اور طرزِ عمل کا تجزیہ کرتے رہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"معراج کی رات میرا گذر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں۔ تو جبریل امین نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے وہ (بے عمل) خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے"۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کا پیٹ پھٹے گا اور اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ وہ اپنی انتڑیوں کے گرد اس طرح گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے وہ اسے کہیں گے اے فلاں! تجھے کیا ہو گیا؟ کیا تو ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیا کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکا کرتا تھا وہ کہے گا: ہاں میں تمہیں نیکی کا حکم دیا کرتا تھا لیکن میں خود نیکی نہیں کیا کرتا تھا اور میں تمہیں برائی سے روکا کرتا تھا لیکن خود برائی سے رکتا نہیں تھا''۔

اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''اہل جنت دوزخ میں بعض آدمیوں کو دیکھیں گے۔ وہ انہیں کہیں گے تم دوزخ میں کیوں چلے گئے؟ خدا کی قسم! ہم تو تمہیں سے سیکھ کر جنت میں آئے ہیں۔ وہ کہیں گے ہم کہتے تھے لیکن کرتے نہیں تھے''۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 83-82)

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ علم کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ اور جب کوئی بندہ علم حاصل کرنے کے ارادے سے چلتا ہے تو فرشتے اس کے راستے میں پر بچھاتے ہیں۔ حصول علم کے لیے جانے والا جنت کی راہوں پر چلتا ہے اور عالم کو مطلق عابد پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی نبی کریم ﷺ کو کسی ادنیٰ صحابی پر۔

لیکن یہ سارے فضائل اسی وقت ملتے ہیں جب علم میں اخلاص شامل ہو جائے۔ جب علم جلب زر کا ذریعہ نہ ہو بلکہ بندوں کو اللہ سے ملانے کا وسیلہ ہو اور جب علم تن تک محدود نہ رہے بلکہ من کی دنیا میں اتر جائے۔ ورنہ علم باعث شرف نہیں رہتا، بندے کے لیے باعث گرفت بن جاتا ہے۔

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

(اقبال)

Marfat.com

اور اقبال نے یہ بھی کہا تھا:

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دوکف جو

اس تناظر میں ہمیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان گرامی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من تعلم العلم لیباھی بہ العلماء و یماری بہ السفھاء و یصرف بہ و جوہ الناس ادخلہ اللہ جھنم

"جس بندے نے علم اس لیے سیکھا کہ وہ علماء پر اپنی برتری ثابت کرے اور جاہلوں سے جھگڑا کرے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا"۔

(ابن ماجہ، رقم الحدیث 260، نقلا الترغیب والترہیب رقم الحدیث 181)

ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ ہم اپنے علم پر عمل کر رہے ہیں یا علماء یہود کی طرح صرف دوسروں کو کہتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ ہم علم کو صرف جاہ و مال کے حصول کے لیے تو استعمال نہیں کر رہے؟

ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ کہیں ہم علم کے بل بوتے پر جلب زر کے لیے شریعت میں کوئی تحریف تو نہیں کر رہے؟

قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ تو خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے اس میں تو تحریف ہو نہیں سکتی۔ کہیں دنیا کے حصول کے لیے ہم مفاہیم قرآن میں تحریف تو نہیں کر رہے؟

کہیں کسی بڑے کو خوش رکھنے کے لیے ہم تین طلاقوں کو ایک تو قرار نہیں دے رہے؟

کہیں کسی سودی کاروبار کو سند جواز تو نہیں دے رہے۔ کہیں ہم دین کو زمانے کی خواہشات کے مطابق ڈھال کر تو پیش کرنے کا جرم نہیں کر رہے؟

ہم لوگوں کو خدا کے سامنے جھکنے کا درس دے رہے ہیں یا انہیں اپنا عقیدت مند بنانے

Marfat.com

میں سارا علم وفضل صرف کررہے ہیں؟

ہمیں بڑے تحمل اور ٹھنڈے دل سے ان سوالوں کا جواب سوچنا ہے۔ تاکہ ہم علم کو اس کے اصلی مقصد کے لیے استعمال کر کے اللہ کی رحمتوں کے مستحق ٹھہریں۔ اور یہود کی طرح علم کا غلط استعمال کرنے کے سبب کہیں ہم پر بھی اللہ کا غضب نہ ٹوٹ پڑے۔

آیئے اپنے اعمال کا محاسبہ کریں قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا محاسبہ کرے۔

Marfat.com

یہود کے چند دیگر جرائم کا

ایک اجمالی جائزہ

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی، نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی، وہی مرحبی وہی عنتری
گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری
(اقبال)

Marfat.com

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (بقرہ:213)

''اور یہ اختلافات اپنے پاس واضح ہدایات آ جانے کے بعد انہیں لوگوں نے کیے جنہیں حق دیا گیا تھا آپس کی ضد کی وجہ سے''۔

Marfat.com

یہود کی وہ صفات مذمومہ اور ان کے وہ جرائم جن کے سبب ان پر ذلت و مسکنت مسلط کی گئی اور ان کے گلوں میں طوق لعنت پہنائے گئے۔ ان میں سے چند ایک پر تو قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے اب ان کے چند دیگر جرائم کا ایک اجمالی جائزہ ملاحظہ ہو تاکہ ہم غور کر سکیں کہ کہیں ہم بھی انہیں جرائم کے مرتکب تو نہیں رہے۔ ان کے دیگر جرائم میں سے چند ایک یہ ہیں:

انا پرستی اور ہٹ دھرمی

انسان کو حق سب سے پیارا اور محبوب ہونا چاہیے۔ اس کے راستے میں نہ مفادات کے پتھر رکاوٹ بنیں اور نہ خواہشات و انا پرستی کی دیواریں حائل ہوں۔ لیکن یہود اس قدر ضدی اور ہٹ دھرم تھے کہ انہوں نے باہمی ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب حق سے بھی اختلاف کیا اور ان کے باہمی اختلاف کا ایک مرکزی اور بنیادی سبب ضد اور ہٹ دھرمی ہی تھا۔ قرآن کریم نے ان کے اس جرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (بقرہ:213)

"اور یہ اختلاف اپنے پاس واضح ہدایت آ جانے کے بعد انہیں لوگوں نے کیے جنہیں حق دیا گیا تھا۔ آپس کی ضد کی وجہ سے"۔

فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (جاثیہ:17)

"اور علم آ جانے کے بعد صرف ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب ان لوگوں نے یہ اختلافات کیے"۔

ان کی فرقہ بندی کا سبب بھی ضد اور ہٹ دھرمی تھی۔

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ

(شوریٰ:14)

Marfat.com

''اور علم آ جانے کے بعد ان لوگوں کی گروہ بندی کا سبب ان کی باہمی عداوت اور ہٹ دھرمی تھا''۔

ہمیں سوچنا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی حق ہم پر واضح ہو اور ہم صرف ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب اس کا انکار کر رہے ہوں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہمیں یہ روش چھوڑنی ہو گی کیونکہ یہ یہودیت کی روش ہے اور اسلام حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔

2۔ ترک جہاد

یہود کا ایک بڑا جرم جس کا قرآن مجید نے بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا وہ ان کا ترک جہاد ہے۔ جب انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اے میری قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور الٹے پاؤں نہ لوٹو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے تو انہوں نے کہا وہاں ایک زبردست قوم آباد ہے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہم ہرگز وہاں داخل نہ ہوں گے۔ اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں داخل ہوں گے''۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مضحکہ خیز، توہین انگیز اور دل توڑنے والی بات بھی کہہ دی:

يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (مائدہ: 24)

''اے موسیٰ (علیہ السلام!) جب تک وہ وہاں ہیں ہم ہرگز وہاں داخل نہیں ہوں گے۔ پس تم اور تمہارا خدا دونوں جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں''۔

اسی ترک جہاد کے سبب ان پر ذلت مسلط کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (مائدہ)

''وہ ملک ان پر چالیس سال کے لیے حرام کر دیا گیا۔ یہ لوگ زمین میں بھٹکتے پھریں گے۔ پس تم اس فاسق قوم پر افسوس نہ کرو''۔

Marfat.com

یہود کی ذلتوں کا ایک سبب ترک جہاد تھا ہمیں سوچنا ہے کیا ہم نے جہاد ترک تو نہیں کر دیا۔ اس موضوع پر راقم الحروف اپنی دوسری کتاب ''امت مسلمہ کا عروج و زوال'' میں تفصیل سے گزارشات کر رہا ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث پاک کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ ہم سوچ لیں کہ ترک جہاد اگر یہودیوں کے لیے ذلت و خواری کا ذریعہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ قانون آج بھی اسی طرح برقرار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ما ترک قوم الجهاد الا عمهم الله بالعذاب

''جب بھی کوئی قوم جہاد ترک کر دیتی ہے تو اسے اللہ کا عذاب گھیر لیتا ہے''۔

(الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 2072)

3۔ زندگی کی بے تحاشا حرص

موت بندہ مومن کے لیے وصل حبیب کا نام ہے۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں میں گروں
گر فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
اب میں پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

اور اللہ کے باغی کے لیے ذلت و عذاب کے جہان میں داخل ہونے کا دوسرا نام۔

یہود نے چونکہ دنیا آباد کر کے اپنی آخرت برباد کر دی تھی۔ اس لیے وہ زندگی کے بہت زیادہ حریص تھے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (بقرہ)

''تم انہیں زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے، مشرکوں سے بھی زیادہ۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ ہزار برس زندہ رہے۔ حالانکہ اتنا جینا بھی

Marfat.com

اسے عذاب سے نہیں بچاسکتا۔اور اللہ ان کے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا ہے"۔

دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے عیاشی کا گھر۔اور آخرت مومن کے لیے آسائش کا گھر ہے اور کافر کے لیے عذاب کا ٹھکانہ۔مومن وصل حبیب کا طالب رہتا ہے اور اللہ کا باغی اسی دنیا کا۔ہم کہاں ہیں؟فیصلہ ہم نے خود ہی کرنا ہے؟

4۔اطاعت امیر کا فقدان

جب کوئی بھی قوم امیر کے انتخاب میں حدود الٰہی سے تجاوز کر جائے یا اس کی اطاعت ترک کر دے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اطاعت امیر کی بہت تاکید فرمائی اور قرآن کریم میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد اولوالامر کی اطاعت کا حکم ہے۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس چیز پر بیعت کی۔

علی السمع و الطاعة فی منشطنا و مکرھنا و عسرنا و یسرنا و اثرة علینا

(صحیح مسلم،کتاب الامارۃ،جلد2،صفحہ 125،مطبوعہ کراچی)

"کہ ہم امیر کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت بھی کریں گے وہ بات ہمیں پسند ہو یا ناپسند،ہم خوشحالی میں ہوں یا تنگدستی میں اور ہم امیر کو اپنی ذات پر ترجیح دیں گے"۔

اگر اطاعت امیر کا جذبہ ختم ہو جائے تو قوم منتشر ہو جاتی ہے اور ذلیل و رسوا ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم نے یہود کے جن جرائم کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور اس کے حکم میں کیڑے نکالتے رہتے تھے۔

قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ جب ان کے امیر جن کا نام طالوت تھا،انہیں جہاد کے لیے لے کر چلے تو انہوں نے انہیں کہا:

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهٗ مِنِّيْٓ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ (بقرہ:249)

"اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ندی کے ذریعے آزمانے والا ہے۔پس جس نے اس کا پانی پیا وہ میرا ساتھی نہیں۔اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ میرا ساتھی ہے مگر یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے"۔

ان کے امیر کتنے پرزور انداز میں انہیں وہاں سے پانی پینے سے روک رہے ہیں لیکن انہوں نے کیا کیا

فَشَرِبُوْا مِنْهُ إِلَّا قَلِيْلًا (بقرہ:249)

"چند ایک کے سوا سب نے وہاں سے پانی پیا"۔

ہمیں بھی اپنے انتخاب امیر اور اطاعتِ امیر کے رویوں پر غور کرنا ہے۔

5۔توہین انبیاء علیہم السلام کا ارتکاب

نبی اس کائنات کی سب سے عظیم اور قابل تکریم شخصیت ہوتی ہے کیونکہ وہ اس عالم شہادت میں عالم غیب کا سفیر اور بندوں کے درمیان اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔اس لیے اس کی ہر بات قابل تسلیم اور ہر حکم واجب الاطاعت ہوتا ہے۔اگر نبی کی ذات مشکوک ہو جائے تو پورا دین مشکوک ہو جاتا ہے اور نبی کی توہین فرد واحد کی توہین نہیں پورے دین کی توہین اور ذات باری تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے اور نبی کی توہین کرنے والا کبھی عزت نہیں پا سکتا (اس کی تفصیل کے لیے راقم کی دوسری کتاب "توہین رسالت کی سزا، ملاحظہ ہو)

یہود کے جرائم میں ایک بہت بڑا جرم یہ تھا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کرتے تھے۔اس کی کئی صورتیں تھیں۔ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(i) انبیاء کے فیصلوں پر اعتراض

وہ اپنے انبیاء کے فیصلوں پر اعتراض کرتے تھے مثلاً جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا

Marfat.com

کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کردیں تا کہ ہم اس کی قیادت میں جہاد کریں۔ تو ان کے نبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے تو انہوں نے کہا:

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (بقرہ:247)

''وہ ہمارے اوپر کیسے بادشاہ ہوگا ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں۔ اور اس کے پاس زیادہ دولت بھی نہیں''۔

پھر جب ان کے نبی علیہ السلام نے انہیں دلائل سے قائل کرلیا تو پھر بھی وہ اس بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہی رہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں فرعون کی غلامی سے نکال کر لے گئے اور جب فرعون اپنے لشکروں سمیت انہیں پکڑنے کے لیے نکلا، انہوں نے آگے سمندر دیکھا اور پیچھے فرعون اور اس کے لشکر تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے:

''کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تم ہم کو مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے؟ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں۔ کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا''۔ (کتاب الخروج، باب 14، آیات 11تا13)

کبھی فضول سوالات سے انبیاء کو اذیت پہنچاتے تھے۔

(ii) انبیاء کرام علیہم السلام پر بے جا الزامات

یہود نے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایسے ایسے بیہودہ اور لغو الزامات لگائے جنہیں پڑھتے ہوئے انسان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو باتیں کسی شریف انسان کے متعلق بھی نہیں سوچی جاسکتیں، وہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء کرام کے متعلق کہہ ڈالیں۔

ان کے اس جرم شنیع کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا:

" اور نوح کاشتکاری کرنے لگا۔ اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مئے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا"۔

(کتاب پیدائش، باب 9، آیات 20-21)

حضرت لوط علیہ السلام پر یہ شرمناک الزام لگایا:

" اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑوں پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے صغر میں بستے ڈر لگا۔ اور وہ اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگیں۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مئے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مئے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ آؤ آج رات بھی اس کو مئے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مئے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں"۔

(کتاب پیدائش، باب 19، آیات 30 تا 36)

حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے پیکر صبر و شکر پر یہ بے صبری کا الزام لگایا:

" تب یعقوب نے اپنا پیراہن چاک کیا اور ٹاٹ اپنی کمر سے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کے لیے ماتم کرتا رہا"۔ (کتاب پیدائش، باب 37، آیات 34-35)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ الزام لگایا:

" اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی،

Marfat.com

عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا...... سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا۔ اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا"۔ (کتاب سلاطین اول، باب 11، آیات 1 تا 5)

یہ ان الزامات کے چند نمونے ہیں جو یہود نے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام پر لگائے۔

(iii) انبیاء کرام علیہم السلام کا قتل

یہودی اس قدر بگڑے ہوئے لوگ تھے کہ جب ان کو ان کے انبیاء ان کی غلطیوں پر ٹوکتے تو وہ انہیں قتل تک کرنے کا جرم بھی کر جاتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کے اس جرم کا تذکرہ متعدد مقامات پر کیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

"ان پر ذلت و مسکنت اس لیے مسلط کی گئی کیونکہ وہ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے"۔ (بقرہ: 61)

اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (بقرہ)

"کیا ایسا نہیں کہ جب بھی رسول کوئی ایسا حکم لے کر آیا جو تمہاری خواہشات کے خلاف ہو تو تم نے ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا"۔

انہوں نے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کو شہید کرنے کی پوری کوشش کی۔

جو قوم نبیوں کو قتل کرنے سے باز نہ آئے وہ بھلا عام انسانوں کی کیا قدر کرے گی؟

Marfat.com

(iv) قتلِ انبیاء علیہم السلام پر فخر

کسی کا شعر ہے:

حادثے سے بڑا حادثہ یہ ہوا
لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر

یعنی حادثے سے بڑھ کر حادثہ بے حسی ہوتا ہے۔ یہود قتل انبیاء کے مجرم تو تھے ہی، وہ اس جرم پر شرمسار نہ تھے بلکہ اس پر فخر کیا کرتے قرآن کریم نے ان کا یہ قول درج کیا:

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

"اوران کے یہ کہنے کے سبب (ان پر لعنت کی گئی) کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا"۔ (نساء: 157)

توہین انبیاء کے متعلق یہود کے کردار کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ آیئے سوچئے کہ ہم کہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے فیصلوں پر قولی یا عملی تنقید کا جرم تو نہیں کر رہے؟ ہم انبیاء کرام کی عفت و عصمت کے محافظ ہیں کہیں ان پر تنقید کی روش تو نہیں اپنائے ہوئے۔

ہم ان کا اکرام و احترام کرتے ہیں، کہیں انہیں ایک ایلچی یا بڑا بھائی ہی تو نہیں سمجھ رہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہمیں یہ رویہ ترک کرنا ہوگا کیونکہ توہین انبیاء یہودیانہ روش اور تعظیم نبوت مومنانہ فکر ہے۔ مومن تو بارگاہِ رسالت کی نزاکتوں کے تصور سے ہی کانپ اٹھتا ہے۔ کتنی سچی بات کہی تھی خواجہ فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے:

باب جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے
فخر کہتے ہوئے جبریل کو یوں پایا گیا
اپنی پلکوں سے درِ یار پے دستک دینا
اونچی آواز ہوئی عمر بھر کا سرمایہ گیا

Marfat.com

یہود سے مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن !
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن!

(اقبال)

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ (مائدہ:51)

''اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ''۔

Marfat.com

کیا مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھیں اور ان سے محبت کی پینگیں بڑھائیں؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہود کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ مراسم رکھنے کی اجازت تو ہے جیسے حالتِ اضطرار میں حرام کھانا بھی بندے کے لیے جائز ہو جاتا ہے لیکن یہود سے دوستی رکھنا اور ان سے موالات کے رشتے قائم کرنا قرآن و سنت کی روشنی میں حرام اور ممنوع ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق بنائے اخوت و محبت، دین اور صرف دین ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من احب للّٰہ و ابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان

"جس بندے نے اللہ کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ کے لیے کسی سے بغض رکھا۔ اللہ کے لیے کسی کو دیا اور اللہ کے لیے کسی کو نہ دیا تو یقیناً اس کا ایمان مکمل ہو گیا"۔

(ابوداؤد، رقم الحدیث 4681 نقلا الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 4454)

اس لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق ذمی کافروں پر کوئی ظلم تو نہیں کیا جائے گا۔ ان کے مکمل حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور انسانی ہمدردی کی بنا پر ان سے اچھا معاملہ کیا جائے گا لیکن ان سے خصوصی تعلقات قائم کرنا اور ان سے محبت و الفت کے رشتے قائم کرنا منع ہے اور اللہ کو سخت ناپسند ہے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بڑی تاکید فرمائی ہے کہ وہ ظالموں سے کنارہ کشی کریں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ہود:113)

"اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پہنچے گی"۔

Marfat.com

اللہ کے دشمنوں سے دوستی ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (مجادلہ:22)

"جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ انہیں اس حال میں نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں۔ خواہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلہ والے"۔

جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ اہل ایمان ان سے محبت کیسے رکھ سکتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۝

"اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا۔ بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ جیسے کافر قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں"۔ (الممتحنہ)

بات بالکل واضح ہے کہ اللہ کا دشمن اللہ والوں کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ:1)

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے"۔

اہل ایمان کو یہ زیبا نہیں کہ وہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں سے اخوت و محبت کے رشتے استوار کرتے رہیں۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ

Marfat.com

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ (آل عمران)

''ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں۔اور جو ایسا کرے گا اللہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔مگر ایسی حالت میں کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے''۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں مولانا وحید الدین لکھتے ہیں:

''مومن تمام انسانوں کے ساتھ نیکی اور عدل کا سلوک کرنے والا ہوتا ہے۔اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں۔مگر جب غیر مسلموں کے ساتھ دوستی مسلمانوں کے مفاد کی قیمت پر ہو تو ایسی دوستی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔تاہم بچاؤ کی تدبیر کے طور پر اگر کسی وقت ایک مسلمان یا کسی مسلم گروہ کو غیر مسلموں سے وقتی تعلق قائم کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں اللہ نیت کو دیکھتا ہے''۔(تذکیر القرآن، جلد 1، صفحہ 133)

اس آیہ کریمہ میں اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً کا جو استثناء ہے اسے بنیاد بنا کر کفار سے موالات کے رشتوں کو قائم کرنا سوائے اپنی خواہشات کی پیروی کے اور کچھ نہیں۔اور ایسی فکر کو ہی قرآنی تعلیمات کو اپنی منشا کے مطابق ڈھالنا کہتے ہیں۔یہ جملہ تو ایک حالتِ اضطرار کا بیان ہے جیسے پیاس سے مرتے ہوئے بندے کے لیے شراب کا گھونٹ پی کر جان بچانے کی اجازت ہے۔چونکہ اس جملہ کی آڑ میں کافروں سے دوستی کر کے امت مسلمہ کو کٹوا مروا دیا گیا اور پھر بھی

قافلے برباد ہو کر رہ گئے تو کیا ہوا
مطمئن ہے قافلہ سالار اپنے کام سے

اس لیے آیہ کریمہ کے اس حصے پر کچھ تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

آیہ کریمہ کے اس حصہ کو مفسرین کرام نے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ کا ہم معنیٰ قرار دیا ہے یعنی کافروں کے شر سے بچنے کے لیے کوئی بندہ اگر مدارات کا طریقہ

Marfat.com

اختیار کرے یا کوئی ذو معنی لفظ بول کر ان سے اظہار محبت کر کے اپنی جان بچا لے یا کلمہ کفر کہہ کر بھی اس نے اپنی جان بچائی تو اسے اس کی رخصت ہوگی۔ اس جملہ کی آڑ میں کفارو مشرکین کے دوستی اور محبت صرف اپنی خواہشات کی پیروی ہے قرآن کریم کی فرمانبرداری نہیں۔ اس جملہ پر مفسرین کی آراء ملاحظہ ہوں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً مصدر تقية اى تخافوا مخافة فلكم موالاتهم باللسان دون القلب و هذا قبل عزة الاسلام و بجرى فى من بلد ليس قويا فيها

"اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً۔ یہاں تقة تقية کا مصدر ہے یعنی اگر تمہیں دشمنوں سے خوف ہو تو تمہارے لیے صرف زبان سے ان کے لیے اظہار ہمدردی کرنا جائز ہے لیکن دل میں ان کی محبت نہیں ہونی چاہیے اور یہ حکم غلبہ اسلام سے پہلے تھا۔ لیکن اب بھی اگر کسی شہر میں اسلام قوی نہ ہو تو یہ حکم وہاں بھی جاری ہوگا"۔ (تفسیر جلالین، صفحہ 49)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

اى من خاف فى بعض البلدان و لا وقات من شرّهم فله ان يتقيم بظاهره لا بباطنه ...... قال ابن عباس ليس التقية بالعمل و انما التقية باللسان و كذا رواه العوفى عن ابن عباس انما التقية باللسان و كذا قال ابو العاليه و ابو الشعثاء و الضحاك و الربيع بن انس و يؤيد ما قالوه قول الله تعالىٰ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (تفسیر ابن کثیر، ج 1، ص 337)

"یعنی جو بندہ کسی شہر میں یا کسی وقت کفار کے شر سے ڈر جائے تو اسے اجازت

Marfat.com

ہے کہ ظاہری طور پر کفار سے ہمدردی کر کے اپنی جان بچائے لیکن دل میں کفار کی محبت نہ ہو...... ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ بچاؤ صرف زبان کی حد تک ہے عملی طور پر نہیں ہوگا۔ ایسے ہی ابوالعالیہ، ابوالشعثاء، ضحاک اور ربیع نے کہا ہے اور ان کے قول کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے"۔

"جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا منکر ہو گیا (تو اس پر اللہ کا غضب ہوگا) سوائے اس کے جس پر زبردستی کی گئی بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مستحکم ہو"۔

امام فخرالدین رازی نے اس آیہ کریمہ پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے میں ان کے کلام کا کچھ حصہ اختصار سے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"حسن کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو پکڑ لیا۔ اس نے ایک سے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، ہاں، ہاں۔ پھر اس نے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: ہاں۔ کیونکہ مسیلمہ یہ گمان کرتا تھا کہ وہ بنی حنیفہ کا رسول ہے اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے رسول ہیں۔ اس نے اس آدمی کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو بلایا اس نے پوچھا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے انکار کر دیا۔ مسیلمہ نے اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔ جب یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ جو مقتول ہے یہ تو اپنے صدق اور یقین کے سبب بازی لے گیا اور اسے یہ مبارک ہو اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے اس کی رخصت کو قبول فرمایا اس پر بھی کوئی گرفت نہیں ہے"۔

(تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 13)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں یہ واقعہ اس آیہ کریمہ کا صحیح محل متعین کرنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ حالت اضطرار کی رخصت کا بیان ہے کفار سے دوستی کی دلیل نہیں۔ اس کی عملی صورت کیا ہوگی اس کے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی بحث میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

ان التقیة انما تکون اذا کان الرجل فی قوم کفار و یخاف منهم علی نفسه و ماله فیدا ریهم باللسان و ذالک بأن لا یظهر العداوة باللسان بل یجوز ایضًا ان یظهر الکلام الموهم للمحبة و الموالاة و لکن بشر ط ان یضمر خلافه (ایضاً، صفحہ 14)

"یہ تقیہ یا بچاؤ اس صورت میں ہوگا جب کوئی آدمی کافروں کے درمیان ہو اور اسے ان سے اپنے مال و جان کے لیے خطرہ ہو تو وہ زبان سے ان کے لیے مدارات کرے۔ وہ اس طرح کہ زبان سے ان کے لیے دشمنی کا اظہار نہ کرے بلکہ اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان سے ایسا (ذومعنی) کلام کرے جو محبت اور موالات کا وہم ڈالنے والا ہو۔ لیکن اس کے دل میں ان کی محبت نہ ہو"۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وضاحت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ تقیہ یا بچاؤ کوئی منافقت نہیں ہوگا۔ صرف وہ زبان سے ان کی مخالفت نہیں کرے گا اور ذومعنی بات کر کے انہیں اس وہم میں ڈالے گا کہ وہ ان کا دوست ہے جبکہ دل میں کفار کی قطعاً محبت نہیں ہوگی۔

امام رازی اس بحث میں فرماتے ہیں:

قال مجاهد هذا الحکم کان ثابتا فی اول الاسلام لاجل ضعف المؤمنین فاما بعد قوة دولة الاسلام فلا وروی عوف عن الحسن انه قال التقیة جائزة للمومنین الی یوم القیامة و هذا القول اولی لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامکان (ایضاً، صفحہ 14)

"یہ حکم اوائل اسلام میں اہل ایمان کی کمزوری کے سبب تھا لیکن جب اسلام کو تقویت حاصل ہوگئی تو یہ حکم باقی نہ رہا۔ عوف حسن سے روایت کرتے ہیں کہ

Marfat.com

اپنے بچاؤ کا یہ طریقہ قیامت تک کے لیے جائز ہے اور یہی قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اپنی جان کو نقصان سے بچانا حتی الامکان واجب ہے"۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً کا حکم حالت اضطرار میں ہے جیسے ایسی حالت میں ایک بھوکے انسان کے لیے حرام کھانے کی اجازت ہے اس کی آڑ میں یہود و نصاریٰ سے دوستی دراصل اپنی خواہشات اور نفس کی پیروی ہے۔

کفار سے معاشرتی اور اخلاقی تعلقات کی نوعیت

یاد رہے کفار کی دو قسمیں ہیں: (1) حربی (2) ذمی

حربی کافر سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی بھی جگہ پر مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں یا جن کافروں اور مسلمانوں میں جنگ ہو رہی ہو وہ حربی کافر کہلاتے ہیں اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات ممنوع ہیں۔

اور ذمی کافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی مسلمان ملک میں یا کسی بھی معاشرہ میں مسلمانوں کے ساتھ امن و سکون سے رہ رہے ہوں، ایسے کافروں سے معاشرتی اور اخلاقی تعلقات سے منع نہیں کیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الممتحنۃ)

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے بھلائی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین

Marfat.com

کے معاملہ میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

پرامن اور ذمی کافروں سے معاشرتی اور اخلاقی تعلقات سے منع نہیں فرمایا گیا۔ صرف انہیں اپنے رازدار اور جگری دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے اس پر قرآن کریم کی یہ آیہ کریمہ بھی دلیل ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (آل عمران:118)

"اے ایمان والو! کافروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کوئی کمی نہیں کریں گے"۔

بطانہ اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو انسان کے جسم سے متصل ہوتا ہے جیسے بنیان وغیرہ۔ چونکہ انسان کا گہرا دوست بھی اس کے تمام رازوں سے مطلع ہوتا ہے اس لیے اسے بھی بطانہ کہا جاتا ہے۔ ذمی اور پرامن کافروں کو گہرا دوست بنانے سے تو منع کیا گیا لیکن ان کے ساتھ معاشرتی اور اخلاقی تعلقات ممنوع نہیں۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیات کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی اس پر متعدد شواہد موجود ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں میری والدہ میرے پاس آئیں وہ اس وقت مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا میری والدہ مسلمان نہیں کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو"۔ (صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 355)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک طویل القامت لمبے اور بکھرے بالوں والا مشرک آیا۔ جس کے پاس ایک بکری تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا یہ بکری فروخت کرو گے یا بطور تحفہ دو گے۔ اس نے کہا میں فروخت کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے وہ بکری خرید لی۔ (ایضاً، صفحہ 277)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور چربی لے کر گئے۔ درآں حالیکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔ اور آپ نے اپنے اہل خانہ کے لیے اس سے جو لیے تھے۔

(ایضاً صفحہ 295)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اسے فرمایا اسلام قبول کرلو اس نے اسلام قبول کرلیا۔

(ایضاً، جلد 2 صفحہ 845)

ان چند مثالوں سے واضح ہوا کہ ذمی کافروں سے عمومی تعلقات کی اجازت ہے لیکن انہیں گہرے دوست بنانا اور جگری یار بنانا ممنوع ہے۔ گویا بقول فراز ہاتھ ملانے کی تو اجازت ہے لیکن دوستی کی اجازت نہیں:

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

یہود سے مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت

اگرچہ غیر مسلموں سے مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت واضح ہو جانے سے یہود سے تعلقات کی نوعیت بھی خود بخود واضح ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یہود اپنی عادات اور فطرت کے اعتبار سے مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک اور مضر قوم ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہود کا تذکرہ خصوصی طور پر فرمایا ہے اور یہود کے متعلق خصوصی ہدایات اہل ایمان کو دی ہیں۔ یہود کے متعلق علیم وحکیم رب نے جو باتیں اہل ایمان کو بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں فرمائی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(1) یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ یہود مسلمانوں

Marfat.com

کے سب سے بڑے دشمن ہیں، ارشاد ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (مائدہ:82)

''اہل ایمان کے ساتھ دشمنی میں تم سب سے بڑھ کر یہود کو پاؤ گے اور مشرکوں کو''

اللہ نے مشرکوں سے بھی یہود کا ذکر پہلے فرمایا کہ تمام لوگوں میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود ہیں۔

(2) یہودی یہودیت قبول کرنے کے علاوہ اہل ایمان سے کبھی راضی نہیں ہوں گے

قرآن کریم میں یہ حقیقت بھی بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان کی گئی کہ یہودی اہل ایمان سے کسی صورت میں راضی نہیں ہوں گے بے شک آپ ان کے لیے جو بھی قربانیاں دیتے رہیں وہ صرف اسی صورت میں راضی ہوں گے کہ تم اسلام چھوڑ کر یہودیت قبول کرلو گویا اگر تمہیں اپنا ایمان محبوب ہے اور تم اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو یہود کو راضی کرنے کی تمام کوششیں رائیگاں اور فضول ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (بقرہ)

''اور یہود اور نصاریٰ ہرگز تم سے راضی نہ ہوں گے۔ جب تک تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرو۔ آپ کہیے اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اگر اپنے پاس علم آ جانے کے بعد تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلہ میں تمہارا کوئی دوست و مددگار نہ ہوگا''۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل ایمان کو یہود و نصاریٰ کے مذموم عزائم سے

Marfat.com

مطلع فرمایا ہے کہ تم انہیں خوش کرنے کے لیے جو کچھ بھی کرتے رہو وہ اس وقت تک تم سے راضی نہ ہوں گے جب تک تم یہودیت قبول نہ کرلو۔ وہاں اس چیز کی بھی وضاحت فرمائی کہ یہود تمہیں جس چیز کی طرف بھی بلا رہے ہیں وہ کوئی دین، نظریہ یا فلسفہ نہیں وہ صرف خواہشات کے پجاری ہیں اور تمہیں بھی خواہشات کی غلامی کی طرف بلا رہے ہیں اور پھر اہل ایمان پر یہ حقیقت بھی واضح کردی گئی کہ اگر تم نے ان کی بات مانی تو تم اللہ کی مدد اور نصرت سے محروم ہو جاؤ گے اور تم کو اللہ کی گرفت اور عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

(3) یہود کی دوستی کی ممانعت، اس کے نقصانات اور اسباب

چونکہ اہل ایمان سے بغض اور عداوت ہی یہود کی سرشت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں یہود کی دوستی سے منع فرمایا۔ اہل ایمان کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ منافق اور کمزور ایمان والوں کے اس نفسیاتی اسباب کا تذکرہ فرمایا جو انہیں یہود و نصاریٰ کی دوستی پر ابھارتے ہیں اور ان کی حقیقت کو بیان فرمایا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (مائدہ)

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ انہیں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اندیشہ ہے کہ

Marfat.com

ہم کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (اہل ایمان کو) فتح دے۔یا اپنی طرف سے کوئی خاص بات ظاہر کر دے۔تو یہ لوگ اس چیز پر جسے یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، نادم ہوں"۔

یہود و نصاریٰ سے تعلقات کے تناظر میں یہ آیہ کریمہ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اس کا ایک ایک جملہ اہل ایمان کے لیے مشعل راہ ہے۔اس آیہ کریمہ پر غور کرنے سے پہلے اس کا پس منظر ملاحظہ ہو۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"مروی ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے یہود کی دوستی ترک کرنے کا اعلان کیا۔تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا میں تو ان سے تعلقات ختم نہیں کرتا کیونکہ مجھے حالات کا خطرہ ہے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی"۔

(تفسیر کبیر، جلد 12، صفحہ 16-15)

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی۔تو عبداللہ بن ابی نے بنو قینقاع کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت کی۔حضرت عبادہ بن صامت حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔وہ بھی بنی عوف کے ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عبداللہ بن ابی کی طرف سے ان کی حمایت کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔انہوں نے اس حلف کو توڑ دیا۔وہ خدا اور رسول کی خاطر ان کے حلف سے بری ہو گئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میں اللہ کے رسول اور اہل ایمان سے دوستی رکھتا ہوں اور کافروں کے حلف اور ان کی دوستی سے بری ہوتا ہوں۔تو یہ آیات طیبات حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کے متعلق نازل ہوئیں۔

(تفسیر طبری، جلد 6، صفحہ 373)

ان آیات طیبات کا یہ پس منظر ان آیات کے مفہوم سمجھنے اور ان سے احکام مستنبط کرنے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔آیئے اب ان آیات طیبات پر غور کریں تا کہ یہود و

Marfat.com

نصاریٰ سے تعلقات کی نوعیت واضح ہو۔ان آیات طیبات سے درج ذیل احکام اور حقائق بالکل واضح ہیں:

(1) یہود کی دوستی کی ممانعت

سب سے پہلی چیز جو اس آیہ کریمہ سے بالکل واضح ہو رہی ہے وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت ہے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ ''اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ'' اب بھی اگر کوئی بندہ یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست بناتا ہے تو اسے اپنے دعویٰ ایمان پر غور کرنا چاہیے۔

(2) یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں

دوسری حقیقت جو اس آیہ کریمہ سے بالکل واضح ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ کبھی بھی اہل ایمان کے دوست نہیں ہو سکتے۔یہ فرمان اس رب علیم کا ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔اور جس کا ہر حکم اپنے جلو میں کتنی حکمتیں رکھتا ہے ان کا ادراک تو کجا احساس بھی ناممکن ہے۔ الکفر ملة واحدة و الاسلام ملة واحدة ''کفر ایک ملت ہے اور اسلام ایک ملت ہے''۔یہود و نصاریٰ آپس میں دوست ضرور ہیں لیکن اہلِ ایمان کے دوست نہیں ہو سکتے۔اس کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں:

> لا تعتمدوا علی الاستنصار بهم و لا تتوددوا الیهم
>
> ''ان کی مدد پر کبھی اعتماد نہ کرو اور نہ ان سے محبت کرو''۔

(تفسیر کبیر، جلد 12، صفحہ 16)

(3) ان سے دوستی رکھنے والا انہیں میں سے ہے

یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ''کہ جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہوگا''۔یا تو اس سے مراد

Marfat.com

یہ ہے کہ اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا کیونکہ انسان قیامت کو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ المرء مع من احب اور یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت شدید وعید ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھے گا وہ دنیا میں ہی ان کے رنگ میں ڈھل جائے گا اور انہیں والی عادات وصفات پہناتا جائے گا۔ اور انہیں کے انجام سے دوچار ہوگا۔

(4) یہود و نصاریٰ کا دوست راہِ راست نہیں پائے گا

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی وضاحت سے بیان فرما دی کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والا اللہ کی ہدایت سے محروم ہو جائے گا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا'' یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ضابطہ ہے کہ جو بھی بندہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کا ظلم کرے گا وہ اللہ کی طرف سے ہدایت سے محروم ہو جائے گا اور زندگی میں کبھی بھی عزت وشرف کے حامل فیصلے نہیں کر سکے گا۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ اس کے فیصلے ملک وقوم کو تباہی و بربادی سے دوچار کر دیں۔

یہود و نصاریٰ کے متعلق اہل ایمان کو کیا روش اپنانی چاہیے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے جو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر لکھا ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میرا ایک عیسائی کاتب ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھے ہلاک کرے۔ تو نے کسی مسلمان کو اپنا کاتب کیوں نہیں بنایا۔ تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تو میں نے ان سے عرض کیا کہ اس کے لیے اس کا دین اور میرے لیے میرا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لا اکرمهم اذ اهانهم الله و لا اعزهم اذ اذلهم الله و لا

Marfat.com

ادنیھم اذ ابعدھم اللہ

"کہ جب اللہ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تو میں انہیں اکرام نہیں دوں گا۔
جب اللہ نے انہیں خوار کر دیا تو میں انہیں عزت نہیں دوں گا اور جب اللہ نے
انہیں دور کر دیا تو میں انہیں قریب نہیں کروں گا"۔

تو میں نے عرض کیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ تو آپ نے فرمایا اگر وہ مر گیا تو پھر کیا کرو گے۔ جو اس کی موت کے بعد کرے گا وہی اب کر لے۔ (ایضاً، صفحہ 16)

5۔ یہود و نصاریٰ سے دوستی منافق ہی کرتے ہیں

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بھی بیان فرمایا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی وہی رکھے گا جس کے دل میں نفاق ہو گا فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ "آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے یعنی جن کے دلوں میں نفاق ہے وہ ان کی طرف دوڑیں گے"۔ ایمان کا تقاضا صرف خدا اور رسول اور اہل ایمان سے دوستی کرنا ہے لیکن نفاق یہود و نصاریٰ سے دوستی کی طرف لے جاتا ہے۔

6۔ یہود کی دوستی کے لیے حالات کا بہانہ

اقبال نے کہا تھا:

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بیچارا نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

ایمان تو سرِ تسلیم خم کر دینے کا نام ہے لیکن نفاق مختلف قسم کے حیلے بہانے کر کے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کی راہیں ڈھونڈتا رہتا ہے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تم یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو۔ تو یہود و نصاری کے متعلق وہی رویہ رکھا جاتا جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رکھا، جس کا تذکرہ پچھلی سطور میں گزرا ہے۔ لیکن جن کے دلوں میں نفاق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ مال و دولت والے ہیں۔ وہ مشکل

Marfat.com

میں ان کے کام آئیں گے اور انہیں قرض دیں گے۔ یعنی منافقت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ طاقت وقوت کا مالک اللہ تعالیٰ کو نہیں یہود و نصاریٰ کو سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں مشکل میں کام آنے والا رب قدیر نہیں یہود و نصاریٰ ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(اقبال)

منافقوں کی یہ فکر پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے ہمیں اس آیہ کریمہ پر خصوصی توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

7۔ یہود کے دوست شرمسار ہوں گے

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی بیان فرمادی کہ جو لوگ یہود و نصاریٰ کو قوت و طاقت والا سمجھ کر ان سے دوستی کی طرف دوڑ رہے ہیں جب اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے گا تو ان لوگوں کے حصہ میں سوائے ذلت و شرمساری کے کچھ نہیں آئے گا۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

"تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (اہل ایمان کو) فتح دے یا اپنی طرف سے کوئی خاص بات ظاہر کر دے تو یہ لوگ جس چیز کو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اس پر نادم ہوں"۔

یہاں امام رازی لفظ "عسیٰ" کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ کے قائم مقام ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرماتا ہے۔

قال المفسرون عسى من الله واجب لان الكريم اذا طمع في خير فعله فهو بمنزلة الوعد

عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے متعلق عسیٰ

Marfat.com

فرمائے تو وہ صرف امکان نہیں بلکہ اس کام کا ہونا ضروری ہوتا ہے کیونکہ کریم جب کسی اچھے کام کے متعلق امید دلائے تو وہ وعدہ کے قائم مقام ہوتا ہے اور وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اہلِ ایمان کو غلبہ فرمائے گا اور یہود و نصاریٰ ذلیل و رسوا ہوں گے اور ان سے دوستی کرنے والے بھی نادم و شرمندہ ہوں گے۔

لمحہ فکریہ!

اس مقام پر ہمیں غور کرنا ہے کہ کہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کو توڑ تو نہیں رہے؟

کہیں اتنی صریح ممانعت کے باوجود ہم یہود و نصاریٰ کو دوست تو نہیں بنا رہے؟

کہیں ہم ان کے غلبہ و اقتدار سے مرعوب ہو کر انہیں راضی کرنے کی سعی لا حاصل تو نہیں کر رہے؟

کہیں ہم مسلمانوں کو چھوڑ کر ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو ذبح کروا کے یہود و نصاریٰ سے دوستی تو نہیں نبھا رہے؟

اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہمیں اپنا وہ انجام کبھی نہ بھولنا چاہیے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ ایسے بندے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا انجام یہودیوں جیسا ہوگا اور یہ بھی یہود کی طرح ہی ذلیل و خوار ہوگا۔

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ (مائدہ)

"ایسے لوگوں کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے"۔

Marfat.com

مآخذ ومراجع

اس کتاب کی تیاری میں جن کتب سے بکثرت استفادہ کیا گیا ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

1	قرآن حکیم	کلام باری تعالیٰ
2	کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور
3	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
4	صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
5	الترغیب والترہیب	الامام الحافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری مطبوعہ دار ابن حزم۔ بیروت لبنان
6	تفسیر القرآن العظیم	الامام الحافظ ابوالفدا اسمٰعیل ابن کثیر الدمشقی دار الحدیث القاہرہ
7	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین بن ضیاء الدین بن عمر رازی مطبعہ مکتب الاعلام الاسلامیہ
8	تفسیر جلالین	امام جلال الدین سیوطی وامام جلال الدین محلی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
9	یہود کی چالیس بیماریاں	مولانا محمد مسعود ازھر، مکتبہ عرفان لاہور
10	قوم یہود اور ہم	مولانا عبدالکریم پاریکھ، علم وعرفان پبلشرز لاہور
11	یہودیت قرآن کی روشنی میں	سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور
12	اردو دائرہ معارف اسلامیہ	دانش گاہ پنجاب لاہور

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن
۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

ضیاء النبی
سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب
۷ جلد

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی و تنقیدی کتاب

مقالات

مجموعہ وظائف دلائل الخیرات شریف

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پر سوز
اردو دل آویز شرح

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فون:

گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010

۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350

۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2630411-2212011
فیکس 2210212

1Z 169